ڈاکٹر عبدالستار ملک
سینئر سبجیکٹ سپیشلسٹ اردو
گورنمنٹ بوائز ہائر سیکنڈری سکول اٹک شہر

اُردو املا کے مسائل و مباحث

Urdu orthography has been a controversial and burning issue since long. Although, scholars have endeavored to fix the problems through introduction of new rules yet still this problem needs more concentration of the linguists to root out. This article discusses the role and services rendered by National Language Authority Islamabad and Indian Board of Promotion of Urdu Language with the underpinning by critical analysis to find the concrete solutions of the existing problems.

املا کی تعریف:

''املا'' کا لفظ بابِ افعال سے عربی مصدر ہے اور عربی میں اس کا صحیح املا ہمزہ کے ساتھ ہے جبکہ اُردو میں بغیر ہمزہ کے ہے۔ املا کے لغوی معنی ہیں ''پُر کرنا، یاد رکھنا، لکھنا، لکھوانا'' اور ''رسی دراز کرنا''۔[1]

اُردو میں اس کے دو مفہوم لیے جاتے ہیں۔

ایک کسی زبان کی عبارت کو اس کے رائج رسم الخط کے مطابق معیاری اور قابلِ قبول صورت میں تحریر کرنا اور دوسرا مفہوم یہ کہ ایک شخص بولے اور دوسرا سن کر لکھے۔ جسے انگریزی میں Dictation کہتے ہیں۔ یہاں ہمارا موضوع بحث پہلی صورت ہے۔ ماہرین زبان و ادب نے املا کی مختلف تعریفیں کی ہیں۔

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے مطابق:

''لفظوں کی صحیح تصویر کھینچنے کو املا کہتے ہیں''۔[2]

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کے بقول:

''املا دراصل لفظوں میں صحیح صحیح حرفوں کے استعمال کا نام ہے''۔[3]

مولوی غلام رسول کے نزدیک:

''کسی زبان کی عبارت یا لفظوں کو اس کی لکھاوٹ کے طریقے پر درست لکھنا املا کہلاتا ہے''۔[4]

رشید حسن خاں رقم طراز ہیں:

''اُردو کے رسم الخط کے مطابق لفظ میں حرفوں کی ترتیب کا تعین، ترتیب کے لحاظ سے اس لفظ میں شامل حروف کی صورت اور حرفوں کے جوڑ کا متعارف طریقہ، ان سب کے مجموعے کا نام املا ہے۔''[۵]

مندرجہ بالا تعریفوں میں سے رشید حسن خاں کی تعریف زیادہ جامع ہے۔ جو املا کے جملہ پہلوؤں پر محیط ہے۔ اس تعریف سے تین بنیادی نقاط سامنے آتے ہیں:

۱۔ لفظ میں حروف ترتیب کے مطابق درست ہوں۔

۲۔ حروف اپنے اپنے مقام پر درست شکل میں ہوں۔ ان کی ترکیبی شکلیں بھی درست ہوں۔ مثلاً عموماً حروف کی تین اتصالی شکلیں بنتی ہیں تو اس بات کا دھیان رکھا جائے کہ یہاں کون سی شکل (ابتدائی، وسطی، آخری) ہوگی۔ حروف کے اتصالی اصولوں کی پابندی کی جائے۔

۳۔ حروف کے جوڑ اور پیوند کا طریقہ بھی صحیح ہو۔ یعنی ان کی کشش، شوشے، گوشے، مرکز، دائرے وغیرہ بھی درست ہوں۔

یہاں ایک نکتہ کا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ حروف کی تعداد کا تعین ضروری ہے۔ مراد یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ لفظ میں کتنے حروف ہیں۔ یعنی کسی لفظ کے لیے جتنے حروف مخصوص ہوں اسے انھی حروف کی مدد سے لکھا جائے۔ مثلاً 'لیے' لکھتے وقت اگر 'ے' کے نیچے نقطے بھی لگا دیے جائیں اور اوپر ہمزہ بھی ڈال دیا جائے تو یہ املا غلط ہے۔ اسی طرح علم بمعنی جھنڈا کو ''ع ل م'' کی بجائے ''ال م'' سے لکھنا صحیح نہ ہوگا نیز حسبِ ضرورت اعراب زبر، زیر، پیش تشدید وتنوین وغیرہ کا استعمال بھی ضروری ہے۔ مختصر یہ کہ املا سے مراد یہ کہ الفاظ کو مقرر کردہ اصول وضوابط کے مطابق اس طرح لکھا جائے کہ پڑھتے وقت انھیں صحیح تلفظ کے ساتھ ادا کیا جا سکے۔

اُردو املا میں معیار اور اصول وضوابط کا تعین:

املا کی اصلاح اور معیار بندی ایک مسئلہ رہا ہے۔ املا کی معیار بندی ہی سے املا کی صحت و یکسانیت ممکن ہے۔ املا میں بے ضابطگی تحریر کی صحت کو متاثر کرتی ہے، جس سے زبان کو صدمہ پہنچتا ہے۔ کسی بھی زبان کی بقا اور اس کی علمی و ادبی ترقی کے لیے املا کا تعین ضروری ہے۔

تمام زبانوں میں املا کے قاعدوں کی سختی سے پابندی کی جاتی ہے اور کسی لفظ کا تلفظ اپنے رائج الوقت املا سے خواہ کتنا ہی مختلف کیوں ہو، اسے مقرر اور متعین املا سے ہی لکھا جاتا ہے۔ انگریزی کی مثال ہمارے سامنے ہے۔

تدریسی نقطۂ نظر سے بھی اس کی بہت اہمیت ہے۔ درسی کتابوں میں جو انتشار و اختلاف کی کیفیت ہے۔ اس سے اسی صورت چھٹکارا پایا جا سکتا ہے کہ اُردو املا کے اصول وضوابط متعین ہوں اور ہر سطح پر ان کی پابندی کی جائے۔

عام لکھاری ہو یا ادیب، صحافی ہو یا کالم نگار، کاتب ہو یا ناشر سب ان اصولوں کو مدِ نظر رکھیں۔ بالخصوص درسی کتابوں کے مصنّفین، ٹیکسٹ بک بورڈز کے اربابِ اقتدار اور کاتب و ناشر کو اس امر کا خصوصی خیال رکھنا چاہیے۔ کیونکہ جو نقوش بچوں کے ذہن پر ابتدائی عمر میں مرتسم ہو جاتے ہیں وہ مٹائے نہیں مٹتے۔

بقول ڈاکٹر عبدالستار صدیقی::

''ہر زبان کے لیے ضروری ہے کہ اس کے املا کے قاعدے منضبط ہوں اور ان قاعدوں کی بنیاد صحیح اصول پر ہو۔ اگر قاعدے معین نہ ہوں تو زبان کی یک رنگی اور یکسانی کو سخت صدمہ پہنچنے کا اندیشہ ہوگا''۔ [۶]

سوال پیدا ہوتا ہے کہ املا کے اصولوں کا تعین کن بنیادوں پر ہوگا۔ اصلاحِ املا کے مباحث پر مختلف قسم کے مکاتب فکر نظر آتے ہیں۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ املا اپنی اصل سے قریب رہنا چاہیے جبکہ دوسرے کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جیسا بولو ویسا لکھو، لیکن دونوں انتہا پسندانہ نظریات ہیں۔ بہتر راستہ اعتدال کا ہے۔ اگرچہ اصل سے انکار ممکن نہیں لیکن روایت اور چلن سے بھی صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ وارث سرہندی رقم طراز ہیں:

کسی زبان میں قواعد و قیاس کی اتنی اہمیت نہیں ہوتی جتنی رواج اور چلن کی۔۔۔ چونکہ زبان کسی خود ساختہ قاعدے کی پوری طرح پابند نہیں ہوتی۔ اس لیے ہر زبان میں قاعدے سے استثنا کی مثالیں مل جاتی ہیں اور ماہرین زبان و قواعد رواج کو قیاس پر اور اہل زبان کے روزمرہ کو قواعد پر ترجیح دینے پر مجبور ہیں۔ [۷]

اس میں کوئی شک نہیں کہ روایت اور چلن کی بڑی اہمیت ہے اور زمانے کے تقاضوں کے مطابق مروج املا میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ لیکن آخر معیار بھی کوئی چیز ہے۔ ڈھیل ایک حد تک ہی دی جا سکتی ہے۔

ہم روایت کے ساتھ صوتیات و قواعد کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ مظہر علی سید نے اس بات کو یوں بیان کیا ہے

''املا کو اگر روایت کا ایک مظہر قرار دیا جائے اور صوتیات کو اجتہاد کا، تب بھی روایت اور اجتہاد میں ایک متوازن مطابقت اہل علم کے تہذیبی کردار کا تقاضا ہوگا۔'' [۸]

حاصل کلام یہ کہ اصلاح کی ضرورت ہر دور میں رہی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ابتدا ہی سے رسم الخط اور املا کی اصلاح کا عمل جاری نہ رہتا تو آج جس ترقی یافتہ صورت میں یہ موجود ہے نہ ہوتا، لیکن اصلاحی عمل میں اس امر کو خاص طور پر پیش نظر رہنا چاہیے کہ اس کی حدود کیا ہوں؟ تاکہ اعتدال و توازن کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے اور زبان کی ہیئت کذائی مسخ نہ ہو۔

اگرچہ حرف و صوت کی مطابقت ہی املا کی معراج ہے لیکن ''جیسا بولو ویسا لکھو'' کا اصول املا میں ممکن نہیں، لہجے کی تمام نزاکتوں کو املا میں سمونا ناممکن ہے۔ یہ تو اہل زبان کی پیروی سے ہی ممکن ہے۔

ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم نے لکھا تھا:

> لوگ اکثر املا کو بھی زبان سمجھ بیٹھے ہیں، حالانکہ املا تو لفظوں کی تصویر کھینچنے کی ایک کوشش ہے، جو ہمیشہ کامیاب نہیں رہتی۔ املا کے قاعدے کیسے ہی ہمہ گیر اور مکمل بنائے جائیں۔ زبان کی پوری اور سچی ترجمانی ان سے مشکل ہی سے ہوسکتی ہے۔ ایک ''کوئی'' کا لفظ ہم کئی طرح پر ادا کرتے ہیں۔[9]

انتہا پسندانہ اصلاحات کو قبول عام حاصل نہیں ہوسکتا۔ اُلٹا انتشار اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ ماضی میں انجمن ترقی اُردو ہند اور رشید حسن خاں کی اصلاحات کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں، جنھیں قبولیت کا درجہ حاصل نہ ہوسکا۔ اس لیے اصلاحِ املا کے لیے متوازن اور متناسب پیمانہ ہی درست ہے۔ نہ تو الفاظ کے ماخذ و تاریخ کی بنا پر ان کے املا کا تعین کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی رائج الوقت املا کی اندھی تقلید کی جاسکتی ہے۔ اُردو املا کی اصلاح کا مسئلہ بہت پیچیدہ اور اختلافی رہا ہے۔ املا کے قاعدے منضبط کرنے کے لیے علما و فضلا کی طرف سے عہد بہ عہد کوششیں کی جاتی رہیں۔ یہ کوششیں انفرادی بھی ہوئیں اور اجتماعی بھی۔ بیسوی صدی سے قبل اُردو املا کی اصلاح کی کوئی با قاعدہ، مربوط اور منظّم کوشش تو نظر نہیں آتی، تاہم اصلاحِ زبان اور اصلاحِ سخن کے ساتھ شعرا کے ہاں اصلاحِ املا کی طرف بھی توجہ دی جاتی رہی۔ ان میں خان آرزو، انشا اللہ خاں انشا، پنڈت دتاتریہ کیفی جیسے ماہرینِ زبان کی تصریحات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ اُردو املا کی پہلی کوشش خان آرزو نے کی۔ اِن کی تصنیف ''نوادرالالفاظ'' میں جہاں الفاظ کے تلفظ اور معنی سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ وہاں انھوں نے بعض الفاظ کی املا پر بھی گفتگو کی اور بعض قاعدے بھی وضع کیے۔ انشا اللہ خاں انشا نے ''دریائے لطافت'' میں اور پنڈت دتاتریہ کیفی نے ''کیفیہ'' میں زباندانی کے دوسرے مسائل کے ساتھ املا کی طرف بھی توجہ کی۔ اسی طرح دیگر شعرا و ادبا کے ہاں بھی املا کی تصحیح کے لیے غور و فکر کی مثالیں ملتی ہیں۔ شاہ عالم کی تحریکِ اصلاحِ زبان کے زیر اثر فصیح و غیر فصیح کے مباحث اور الفاظ کے ترک و اظہار کے ساتھ تلفظ اور املا کی درستی پر بھی زور دیا گیا۔ املا کی درستی کا احساس اور مباحث ہمیں غالبؔ کے ہاں بھی ملتے ہیں۔ انیسویں صدی کے آغاز میں املا کی معیار بندی اور اصلاح کے لیے فورٹ ولیم کالج کلکتہ نے بھی اپنا کردار ادا کیا۔

بیسویں صدی کے فضلا میں مولانا احسن مارہروی اور ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے اصلاحِ املا کے باب میں گراں قدر کام کیا۔ ان ماہرین نے رسائل کے ذریعے اُردو املا پر اپنے خیالات کا اظہار کیا اور کئی ایک الفاظ پر بحث کرکے ان کی درست تحریر کی وضاحت کی۔

> ''اُردو املا کی اصلاح کی باقاعدہ اور ہمہ گیر کوشش غالباً پہلی بار مئی ۱۹۰۵ء کے فصیح الملک کے ذریعے منظرِ عام پر آئی۔ جس میں مولانا احسن مارہروی نے کئی تجویزیں پیش کی۔''[10]

املا کی معیار بندی کی پہلی باضابطہ کوشش انجمن ترقی اُردو (ہند) نے کی اور ۱۹۴۳ء میں املا کمیٹی کی تشکیل کرکے املا

کے مسائل پر باقاعدہ غور شروع کیا اور کئی اجلاس میں مباحث کے بعد انجمن نے سہ ماہی رسالے اُردو کے جنوری ۱۹۴۴ء کے شمارے میں سفارشات پیش کیں۔

بیسویں صدی کے ربعِ اوّل میں شائع ہونے والی لغات میں بھی کسی حدتک اصلاحِ املا کی کوشش نظر آتی ہے۔مثلاً نوراللغات میں اور امیر اللغات میں الفاظ ومحاورات کو صحتِ املا کے ساتھ درج کرنے کی کوشش کی گئی۔اگر چہ ان لغات میں اس وقت کا مروج املا بھی درج ہوگیا ہے۔انفرادی سطح پر سب سے اہم شخصیت ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی ہے۔جنھوں نے اپنی صلاحیتوں کا بڑا حصہ اُردو املا کے لیے وقف کر دیا۔انجمن ترقی اُردو کی رسم الخط واملا کی اصلاحات انھی کی مرہونِ منت ہیں۔

''اُردو املا'' کے نام سے مولوی غلام رسول نے ایک کتابچہ ۱۹۶۰ء میں حیدرآباد سے شائع کیا۔عبدالغفار مدہولی نے اپنے تدریسی تجربوں کی بنا پر''اُردو املا کا آسان طریقہ'' کے نام سے ۱۹۶۲ء میں دہلی سے ایک کتابچہ شائع کیا۔۱۹۷۲ء میں رشید حسن خاں کی کتاب ''اُردو املا'' منظر عام پر آئی۔اس کے بعد املا کے مسائل پر مسلسل تحریریں منظر عام پر آئیں۔جن کی ایک جھلک کتابیاتِ''اُردو املا اور دوسرے مسائل''،مرتبہ ابوسلمان شاہجہان پوری،مطبوعہ مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد میں دیکھی جاسکتی ہے۔

تقسیم برصغیر کے بعد حکومت ہند نے علمی کتابوں کی اشاعت کے لیے ترقی اُردو بورڈ قائم کیا۔یہاں ایک مرتبہ پھر ادارہ جاتی سطح پر اصلاحِ املا کی طرف توجہ دی گئی اور ترقی اُردو بورڈ (بھارت) نے ۱۹۷۳ء میں ایک املا کمیٹی مقرر کی۔جس کے صدر ڈاکٹر عابد حسین اور اراکین ڈاکٹر گوپی چند نارنگ اور رشید حسن خاں تھے۔اس املا کمیٹی کی سفارشات ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے''املا نامہ'' کے نام سے مرتب کرکے ۱۹۷۴ء میں شائع کیں۔املا نامہ کے پہلے ایڈیشن پر سخت تنقید کی گئی اور بعض سفارشات سے اختلاف کرتے ہوئے نظرثانی کا مطالبہ کیا گیا۔املا نامہ کا دوسرا نظرِ ثانی ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔

قیامِ پاکستان کے بعد کئی اہم پاکستانی اداروں نے اپنی تصانیف کے لیے املا کا تعین کیا۔ان اداروں میں اُردو دائرہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی،اور ترقی اُردو بورڈ کراچی خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ترقی اُردو بورڈ کراچی نے تدوینِ لغت کے دوران خصوصیت سے املا کے مسائل کو چھیڑا۔چنانچہ اس ادارے کے ترجمان''اُردو نامہ'' میں املا پر متعدد مضامین ملتے ہیں۔پاکستان میں اُردو املا کی معیار بندی کے لیے سب سے منظّم کوشش مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے کی۔جس نے (۲۴ تا ۲۶ جون ۱۹۸۵ء) ایک سہ روزہ سیمینار منعقد کیا۔سیمینار کے پانچ اجلاس ہوئے،چار اجلاس میں مقالات پڑھے گئے اور بحثیں ہوئیں۔پانچویں اجلاس میں ۱۴ سفارشات مرتب کی گئیں۔چونکہ یہ سفارشات مفصل نہیں تھیں۔اس لیے ان کی تفصیلات مرتب کرنے کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی جس کے اراکین ڈاکٹر فرمان فتح پوری، پروفیسر شریف کنجاہی،مظفر علی سید، ڈاکٹر خواجہ محمد زکریا، ڈاکٹر ممتاز منگلوری، ڈاکٹر محمد صدیق خان شبلی اور اعجاز راہی

تھے۔اس کمیٹی کے اجلاس ۲۲ تا ۲۴ اکتوبر ۱۹۸۵ء راولپنڈی میں منعقد ہوئے۔سیمنار کی سفارشات پر غور وفکر کیا گیا۔ ہرسفارش کے بعد مثالیں درج کی گئیں اور بعض مسائل جو پہلے سفارشات میں شامل نہیں تھے، انھیں زیرِ بحث لا کر کل ۲۴ سفارشات منظور کی گئیں جن کی تفصیل ماہنامہ اخبارِ اُردو جنوری ۱۹۸۶ء میں موجود ہے۔اُدھر ہندوستان میں ترقی اردو بورڈ ہند کی کوششیں قابلِ قدر ہیں۔

خوش قسمتی سے کہ وقت کے ساتھ ماہرین کی کاوشوں کے نتیجے میں املا کے پیچیدہ مسائل کی گتھیاں سلجھائی جا چکی ہیں۔صرف چند امور حل طلب ہیں۔اس طرح کے اختلافی امور کے بارے میں اداراتی سطح پر مشاورت کی ضرورت ہے۔ ذیل میں مقتدرہ قومی زبان اور ترقی اردو بورڈ ہند کی املا کی سفارشات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

مقتدرہ قومی زبان کی سفارشات کی تفصیل پہلے ماہنامہ اخبارِ اُردو (جنوری ۱۹۸۶ء) میں ڈاکٹر محمد صدیق شبلی کی مدون کردہ ہے اور دوبارہ مارچ ۱۹۹۹ء (ماہنامہ اخبارِ اُردو) میں شائع ہوئیں جن کی تدوین ڈاکٹر اعجاز راہی نے کی۔[۱۱]

حیران کن بات یہ ہے کہ دونوں مرتبین املا کمیٹی کے معزز اراکین میں سے ہیں۔لیکن ان کی بیان کردہ سیمنار کے انعقاد کی تاریخوں میں بھی فرق ہے اور نظرثانی کرنے والی کمیٹی کے اجلاس کی تواریخ میں بھی اختلاف ہے اور دونوں شماروں کی سفارشات میں بھی بعض عنوانات میں تخفیف وتکثیر ہے۔ہم نے ڈاکٹر اعجاز راہی کی مرتب کردہ سفارشات مطبوعہ مارچ ۱۹۹۹ء (ماہنامہ اخبارِ اُردو) کو پیشِ نظر رکھا ہے اور جہاں جنوری ۱۹۸۶ء (ماہنامہ اخبارِ اُردو) کے شمارے کے مطابق سفارشات میں کوئی اضافی بات ہے تو اُسے بھی درج کر دیا ہے۔دوسری طرف انڈیا میں ترقی اردو بورڈ ہند نے بھی اردو املا پر سفارشات مرتب کیں جو پہلی بار املا نامہ طبع اول (۱۹۷۴) میں شائع ہوئیں۔املا نامہ کا دوسرا نظرِ ثانی ایڈیشن ۱۹۹۰ء میں شائع ہوا۔یہاں اسی ایڈیشن کی سفارشات کو سامنے رکھا گیا ہے۔[۱۲]

الف مقصورہ:

عربی لفظوں کے آخر میں اگر الف ہو اور اُسے کھینچ کر ہمزہ کی آواز تلفظ میں نہ پیدا کی جائے تو ایسے الف کو مقصورہ کہتے ہیں۔یہ عموماً الف کی صورت میں لکھا جاتا ہے۔مثلاً دوا، سوا، قضا وغیرہ۔لیکن بعض مقررہ لفظوں میں بصورت ی (یا) لکھا جاتا ہے۔جیسے موسیٰ، عیسیٰ، یحییٰ وغیرہ۔الف مقصورہ کی مثالوں مصطفیٰ، لیلیٰ، اعلیٰ، ادنیٰ، عیسیٰ وغیرہ میں جو ''ی'' ہے وہ نہ تو خود متحرک ہے اور نہ حرفِ ماقبل سے اعراب کے ذریعے ملتی ہے۔اِس لیے حرف کے آخر میں واقع ''ی'' بالکل آواز نہیں دیتی بلکہ اِس سے ماقبل الف مقصورہ پوری آواز دیتا ہے۔الف مقصورہ عربی تصور ہے۔اُردو میں اس کا وجود نہیں لیکن اُردو میں ایسے عربی الفاظ جن میں الف مقصورہ مستعمل ہے، قابل ذکر تعداد میں ہیں۔اس لیے اس کا استعمال املا

کا اہم مسئلہ ہے۔

الف۔ املا کمیٹی مقتدرہ نے علیحدہ اور علاحدہ کی دونوں صورتیں درست قرار دی ہیں [۱۳]

جبکہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند کی سفارشات کے مطابق علیحدہ یا علٰیحدہ درست نہیں، اسے علاحدہ لکھنا چاہیے۔ [۱۴]

اگر دیکھیں تو ابتدا سے علیحدہ لکھنے کا رواج چلا آ رہا ہے۔ اس لیے اب علاحدہ لکھنا تمام پرانے اور مروج املا کی نفی ہے۔

ب۔ املا کمیٹی مقتدرہ نے ماویٰ اور نصاریٰ وغیرہ کو الف مقصورہ [۱۵] سے جبکہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند نے ماویٰ اور نصاریٰ کو الف سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔ [۱۶]

اس طرح کے تضادات ابہام پیدا کرتے ہیں۔

ج۔ مقتدرہ کمیٹی نے بعض عربی الفاظ کو دو طرح سے لکھنا جائز قرار دیا ہے۔ مثلاً رحمٰن، رحمان، اسمٰعیل، اسماعیل، اسحٰق، اسحاق وغیرہ۔ [۱۷] اس سلسلے میں ڈاکٹر سید عبداللہ کی رائے زیادہ وقیع ہے۔

۱۔ آیاتِ قرآنی لکھتے وقت قرآنی، املا برقرار رکھی جائے۔

۲۔ اسمائے حسنٰی، اسمائے انبیا اور دیگر قرآنی اعلام میں قرآنی رسم الخط استعمال کیا جائے: مثلاً اسمٰعیل، اسحٰق، الرحمٰن، یٰسین (استثنا لقمان، سلیمان، ابراہیم، مولانا، شیطان لیکن جہاں عربی عبارت یا آیتِ قرآنی ہو، وہاں یہ الفاظ بھی اس قاعدے سے مستثنیٰ نہیں ہوں گے)

۳۔ اگر الف مقصورہ بشکلِ یاء ہو تو اِسے یائے مدورہ (ی) سے لکھنا ضروری ہے۔ مثلاً: مصطفیٰ، عیسیٰ، حتیٰ کہ، فتویٰ۔ [۱۸]

یہ بات بہت اہم ہے۔ عربی میں الف مقصورہ (کھڑا الف) کو کھینچ کر پڑھا جاتا ہے۔ جبکہ اُردو میں جب سادہ الف لکھتے ہیں تو ایسا نہیں ہوتا۔ اس لیے جب عربی تلفظ مقصود ہو تو الف مقصورہ ہی درست ہوگا۔ مثلاً جب اسماعیل لکھا ہوگا تو وہ لازماً کسی عام شخص کا نام ہوگا لیکن جب ''اسمٰعیل'' لکھا ہوگا تو یہ واضح ہو جائے گا کہ یہ عام نام نہیں بلکہ فرزندِ ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ (ذبیح اللہ) کا نام ہے۔ ترقی اُردو بورڈ کا یہ فیصلہ مستحسن ہے کہ قرآن پاک کی سورتوں، اسمائے صفات اور عربی تراکیب میں قرآنی املا برقرار رکھی جائے۔

الف لام اور عربی مرکبات:

ان کی ذیل میں مقتدرہ نے تو شمسی اور قمری کا ذکر نہیں کیا محض عربی کے ایسے مرکبات جن کے درمیان ''الف لام''

لکھا جاتا ہے، اُن کا ذکر کر دیا ہے۔ جبکہ ترقی اُردو بورڈ نے شمسی حروف لکھ دیے ہیں۔ بہتر ہوتا کہ قمری حروف بھی لکھ دیے جاتے تا کہ خلطِ مبحث کا امکان نہ رہتا کیونکہ عربی کے ایسے الفاظ کی قابلِ ذکر تعداد اُردو میں موجود ہے۔ عربی و فارسی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے اساتذہ کی بڑی تعداد بھی ان سے نابلد ہے۔ اس لیے اس سطح کی سفارشات میں دونوں طرح کے حروف کی تقسیم کا ذکر موجودہ حالات کے پیشِ نظر لازم ہے۔

عربی الفاظ کے وسط میں ''ال'' جب استعمال ہوتا ہے تو کبھی متلفّظ ہوتا ہے اور کبھی نہیں۔ مثلاً الشّمس میں ''ل'' کی آواز معدوم ہے اور القمر میں موجود ہے۔ ''ل'' کے تلفظ کی بنیاد پر عربی کے تمام حروفِ تہجی (اٹھائیس) کو دو برابر حصوں ''شمسی و قمری'' میں تقسیم کیا جاتا ہے:

شمسی حروف: ت، ث، د، ذ، ر، ز، س، ش، ص، ض، ط، ظ، ن، ل (۱۴)

عربی کے ایسے مرکب الفاظ جن میں کسی شمسی حرف سے پہلے ''ا ل'' آئے تو ''ا ل'' کی آواز نہیں نکلتی ہے اور بعد کا شمسی حرف مشدّد ہو جاتا ہے۔ جیسے عبدالرّحمٰن، ظہیرالدّین، عبدالسّتار، افضل الذّکر وغیرہ۔

قمری حروف: ا، ب، ج، ح، خ، ع، غ، ف، ق، ک، م، و، ہ، ی (۱۴)

عربی کے ایسے مرکب الفاظ جن میں قمری حروف سے پہلے اگر ''ا ل'' آئے تو ''ا'' کی آواز نہیں نکلتی صرف ''ل'' کی آواز ادا ہوتی ہے اور ''ا'' سے ماقبل حرف متحرک ہو کر ''ل'' سے مل جاتا ہے۔ مثلاً شق القمر، عبدالحمید، لسان الغائب، اسی قیاس پر بالفرض، بالعموم، بالکل، دارالحکومت وغیرہ میں الف نہیں پڑھا جاتا۔ الف کی آواز نہ نکلنے کی ایک تیسری صورت بھی ہے کہ عربی کے چند مخصوص الفاظ جن کے درمیان ''ا'' پر ہمزہ ہوتا ہے۔ اِس پر بھی ''ا'' کی بجائے ہمزہ آواز دیتا ہے۔ مثلاً جرأت، تأثر، تأمل وغیرہ۔

ت۔ط:

ترقی اُردو بورڈ کی املا کمیٹی نے دوسرے الفاظ کے ساتھ ''طوطا'' کو بھی ت سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔[۱۹]

اگر ہم مروج املا کو دیکھیں تو ''توتا'' کا اُردو میں چلن نہیں۔

مقتدرہ نے رواج اور چلن کے مطابق درست فیصلہ کیا ہے کہ ''طوطا'' کو ط سے لکھنا بہتر ہے۔[۲۰]

نیز ترقی اُردو بورڈ نے تائے مدورہ اور تائے تازی کے استعمال کی بھی وضاحت کر دی ہے۔ صلوٰۃ، زکوٰۃ، مشکوٰۃ کو تائے مدورہ سے اور حیات، نجات، منات، مسمات، توریت کو ت سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔[۲۱]

بلاشبہ عربی کے بہت سے حروف کا اُردو تائے مدورہ کی بجائے تائے عربی سے چلن ہو گیا ہے۔ اصول پر رواج اور چلن کو

تقدم حاصل ہے۔اس لیے اب اسی کی پیروی کرنی چاہیے۔

تنوین:

جب کسی لفظ پر تنوین ہوگی تو وہ اُس کے آخر میں ''ن ساکن'' کی آواز دے گی۔تنوین صرف خالص عربی الفاظ سے مخصوص ہے۔فارسی ،اردو میں نہیں آتی۔مثلاً انداز اً، رسیداً لکھنا غلط ہے۔کسی حرف پر دو زبر، دوزیر یا دو پیش ہونے کو تنوین کہتے ہیں۔تنوین ن کی آواز دیتی ہے۔عربی میں پیش اور زیر کی تنوین بھی عام ہے۔لیکن اُردو میں زیادہ تر زبر کی تنوین ہی مستعمل ہے۔مثلاً اتفاقاً، غالباً، فوراً وغیرہ۔

> املا کمیٹی مقتدرہ نے تنوین کے باب میں سفارش کی ہے کہ عربی کے تائے مدور ''ۃ'' پر ختم ہونے والے الفاظ جو اردو میں چھوٹی ہ سے لکھے جاتے ہیں ان پر عربی قاعدے سے ہی تنوین لگائی جائے جیسے ارادہ سے ارادۃً، دفع سے دفعتہً، کلیہ سے کلیۃً۔[22]

حالانکہ ماہرین کی اکثریت کے مطابق زیادہ مناسب یہ ہے کہ ''الف'' کا اضافہ کر کے تنوین لگائی جائے مثلاً دفعتاً، کلیتاً وغیرہ۔ڈاکٹر فرمان فتح پوری[23]، ڈاکٹر سید عبداللہ[24] اور ڈاکٹر آفتاب احمد[25] جیسے علما کی یہی رائے ہے۔

اُردو لغت (تاریخی اصول پر) میں دونوں طرح کا املا درج ہے۔تنوین کے ضمن میں مقتدرہ کی سفارشات میں لفظ ''انداز اً'' بھی شامل ہے۔یہاں مذکورہ فیصلے کے خلاف اندازہ کی '' ہ '' ہٹا کر اور الف بڑھا کر تنوین لگائی گئی۔حالانکہ ''اندازہ'' فارسی لفظ ہے ۔اس پر تنوین نہیں آتی۔تنوین صرف خالص عربی الفاظ سے متعلق ہے۔اس کی جگہ قریباً لکھنا چاہیے۔

> املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ (ہند) کا فیصلہ زیادہ مناسب ہے کہ ایسے الفاظ میں الف کا اضافہ کر کے تنوین لگائی جائے۔[26]

ذ،ز:

> املا کمیٹی مقتدرہ نے مندرجہ ذیل الفاظ ''ذ'' سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔''باج گذار، بذلہ، پذیرائی، خدمت گذار، دل پذیر، درگذر، ذات، ذرّہ، راہ گذار، سرگذشت، شکرگذار، عرضی گذار، گذارش، گذشتہ، گذرنا، گذارنا، مال گذاری، گذرگاہ'' وغیرہ۔[27]

اِس ضمن میں صورتِ حال یہ ہے کہ مذکورہ الفاظ میں کئی تو ''ذ'' سے درست ہیں اور کئی ''ز'' سے درست ہیں۔حقیقت میں ''گزارش، عرضی گزار، گزرنا، گزارنا، گزرگاہ، شکرگزار، خدمت گزار، باج گزار، مال گزار وغیرہ کو ''ز'' سے لکھنا چاہیے اور دل پذیر، ذات، ذرا، ذرّہ، سرگذشت، بذلہ کو ''ذ'' سے لکھنا بہتر ہے۔

سفارشات املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند کے فیصلے کے مطابق فارسی مصادر گذشتن، گذاشتن اور پذیرفتن کے جملہ مشتقات بقول ڈاکٹر عبدالستار صدیقی ذال سے لکھنے صحیح ہیں گذشتہ، گذشتگان، گذرگاہ، درگذر، رہ گذر، راہ گذار، پذیرفتہ پذیرائی، سرگذشت، واگذاشت، اثر پذیر، دل پذیر۔ گزاردن (بہ معنی ادا کرنا پیش کرنا) کے مشتقات کو ''ز'' سے لکھنا صحیح ہے۔ جیسے: گزارش، باج گزار، خدمت گزار، شکرگزار، نماز گزار، عرضی گزار، مال گزاری، گزرنا، گزارنا۔ [۲۸]

رشید حسن خاں نے مدلل وضاحت کی ہے:

> مختصر یہ ہے کہ چھوڑنے اور چلنے کے معنی میں گذشتن، گذاشتن اور گذارن کو ''ذ'' سے لکھا جائے گا اور ادا کرنے یا شرح و تفسیر کے معنی میں گزاردن کو ''ز'' سے لکھا جائے گا۔۔۔۔ یہ بات ایک اصول کی حیثیت سے یاد رکھنے کی ہے کہ اُردو، ہندی، انگریزی وغیرہ کے الفاظ میں ہمیشہ ز لکھی جائے گی، ذال کا تعلق صرف فارسی اور عربی الفاظ سے ہے۔ [۲۹]

ژ:

دونوں کمیٹیوں نے ''ژ'' سے بننے والے متعدد الفاظ کی مثالیں پیش کیں۔ لیکن ایک اہم لفظ کی نشاندہی نہیں کی جن میں اکثر خلط مبحث کا خدشہ ہوتا ہے۔ مثلاً: عموی طور پر لفظ ''اژدہام'' لکھا جاتا ہے لیکن درست املا ''ازدحام'' ہے۔

نون غنہ:

نون غنہ کا بھی درست استعمال ضروری ہے۔ نون غنہ نون کی انفی (Nasalised) آواز ہے۔ غنہ کے معنی ہیں ''گنگناہٹ''۔ کچھ آوازیں ایسی ہیں جن کو ادا کرتے وقت ہوا منہ کی بجائے ناک سے نکلتی ہے۔ اِن کو غنہ (Nasal) آوازیں کہتے ہیں۔ ناک بند کر کے غنہ کی آواز نہیں نکالی جا سکتی۔ اگرچہ صحیح نون کی آواز بھی ناک کی مدد سے نکلتی ہے۔ لیکن جب نون کی آواز خفت کے ساتھ گنگناہٹ لیے ہوئے ہو تو اِس کو غنہ کہتے ہیں۔ نون غنہ کے لیے دو علامات رائج ہیں۔ ایک مفرد تحریری صورت میں ترکیب کے آخر میں بغیر نقطے کے نون لکھا جاتا ہے مثلاً ماں، آسماں، زمیں وغیرہ۔ دوسرا ایسی ترکیبی صورت میں، جب حروف کے بیچ میں آئے، جیسے آنکھ، دانت، اینٹ وغیرہ، تو اس کی صوری علامت ن کے اوپر چھوٹی شکل میں نون غنہ ''ں'' ہے۔ جب نون غنہ خود لفظ کا آخری حرف ہو تو اُس سے پہلا حرف ضرور حرفِ علت ہوگا۔ جیسے رواں دواں، میں، دھواں وغیرہ۔ مگر جب نون غنہ لفظ کا آخری حرف نہ ہو تو اِس سے پہلے حرفِ علت کا ہونا ضروری نہیں۔ جیسے رنگ، ڈھنگ وغیرہ۔

سید بدرالحسن نے نون غنہ کے چند قاعدے درج کیے ہیں۔

۱۔ نون غنہ ہونے کے لیے ضروری ہے کہ یا تو ''نون'' سے قبل حروفِ رابط (الف، و، ی، ے) میں سے کوئی حرف ہو

اورحرفِ رابط مع نونِ غیرمتحرک مشترکہ طور پرکسی اعراب کے ذریعے حرفِ ماقبل سے ملتے ہوں۔ جیسے

[الف کے ساتھ]تواں، جہاں، رواں،کواں،نواں، دسواں وغیرہ

[(و) کے ساتھ]اونچا، بھوں، پاؤں، گاؤں، پونچھا، جوں،مونہ۔ وغیرہ

[(ی) کے ساتھ]جبیں، کہیں، وہیں، نہیں، یہیں، وغیرہ

[(ے) کے ساتھ]بھینس، بھینگا، مینھگا، لینھگا، کوئیں، وغیرہ

اِس قاعدے میں ایک اشتباہ پیدا ہوتا ہے کہ آنچل، آنسو، آنگن وغیرہ الفاظ میں حرفِ رابط الف سے قبل کوئی اور حرف نہیں ہے۔ پھر اِن الفاظ میں نون کیوں غنہ ہوا؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ الف کے اوپر جو مَد ہے وہ بھی ایک حرف یعنی الف کی ایک شکل ہے۔

۲۔ نون کے غنہ ہونے کا دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ نون غیرمتحرک کے بعد اگر (و) متحرک ہو تو بھی نون غنہ ہو جاتا ہے۔ جیسے بھنور، چنور، کنول، گنوار، سنوار وغیرہ۔

۳۔ نون کے غنہ ہونے کا تیسرا قاعدہ یہ ہے کہ نون غیرمتحرک کے بعد اگر (گ) بھی غیرمتحرک ہو اور دونوں حروف اُن سے ماقبل حرف سے کسی اعراب کے ذریعے ملتے ہو تو بھی نون غنہ ہو جاتا ہے۔ جیسے آہنگ، بانگ، بھنگ، جنگ، پتنگ، تنگ، نہنگ وغیرہ۔ اِس قاعدہ میں بھی ایک اشتبا پیدا ہوتا ہے کہ انگور، انگارا، بنگال، جنگل، چنگل، گنگا، ننگا وغیرہ الفاظ میں (گ) گو کہ متحرک ہے، پھر نون غنہ کیوں ہوا؟ اصل میں اِن الفاظ میں نون غنہ ہے ہی نہیں۔ صرف روانی سے بولنے میں نون غنہ معلوم ہوتا ہے۔

واضح ہو کہ نون غنہ کبھی متحرک نہیں ہوتا۔ اگر نون غنہ کے نیچے زیر کی اضافت بھی لگانی ہو تو نون غنہ نہیں رہتا۔ جیسے نوشیرواں کے نیچے اُس کی صفت عادل کو ظاہر کرنے کے لیے اگر زیر کی اضافت لگانی ہو تو نون غنہ نہیں رہے گا۔ اُس کا تلفظ نوشیرواں کی بجائے نوشیروانِ عادل ہوگا۔[۳۰]

نون غنہ مقامی الفاظ میں بھی مستعمل ہے۔ مثلاً کنواں، دھواں وغیرہ۔ فارسی کے جو الفاظ اُردو زبان میں عام طور پر رائج ہیں اُن کے متعلق قاعدہ یہ ہے کہ اگر وہ بلا اضافت ہوں تو اہل زباں کے رواج کے خلاف اُن کے نون کا اعلان کیا جاتا ہے۔ لیکن ترکیب میں نون کا اعلان جائز نہیں۔ مثلاً جان، شان، مکان کہنا درست ہے۔ لیکن اگر آفتِ جاں یا رگِ جاں کہنا ہوگا تو ترکیب فارسی کے باعث اعلانِ نون جائز نہیں ہوگا۔

شان الحق حقی کے نزدیک غنائیت کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

۱۔ نون غنہ:

الف۔ یہ لفظ کے آخر میں آئے تو سالم شکل میں لکھا جاتا ہے اور نقطے کے بغیر۔

ب۔ جب کہ دو مصمتوں کے درمیان آئے اور غنایت حرفِ ماقبل سے مخصوص نہ ہو۔ جیسے رنگ، ڈنگ، ہنکار، اونھ، سینچنا۔ ایسی صورت میں حرفِ ماقبل اور حرفِ مابعد ''بشمول غنہ'' ایک رکنِ تہجی، "Syllable" قرار پاتے ہیں اور ایک ساتھ ہی ادا ہو سکتے ہیں، جدا نہیں کیے جا سکتے۔

۲۔ حرکتِ غنائی یا (مغنونہ): جبکہ حرفِ ماقبل کی حرکت میں غنائیت شامل ہو، جیسے آنچل (آں+چل)، آنسو، سنورنا، سنگھار، کنوارا، جھنکانا، یہاں نون غنہ کے برخلاف دو سلیبل بن جاتے ہیں۔ جنھیں ایک ساتھ ادا نہیں کیا جا سکتا۔

۳۔ نون مخلوط: وہ ہے جس کی غنائیت حرفِ ماقبل کو غنائی بنانے کی بجائے، حرفِ مابعد کے ساتھ بطورِ حرفِ صحیح یا نیم حرفِ صحیح پیوست ہو، جیسے بندر، دھندا، قندیل، گنڈی۔ ایسی صورت میں حرفِ مابعد کے لیے زبان کو تالو سے ہٹانا نہیں پڑتا۔ یہی اس کے مخلوط ہونے کی پہچان ہے۔[۳۱]

ترقی اُردو بورڈ ہند کمیٹی نے وضاحت کی ہے کہ کسی لفظ کے ''ن'' کے بعد ''ب'' ہو تو نون کی آواز ''م'' میں بدل جاتی ہے۔ مثلاً گنبد، انبار وغیرہ[۳۲]

جبکہ مقتدرہ کمیٹی نے اس طرح کوئی وضاحت نہیں کی۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کب ''ن کی آواز م'' سے بدل جاتی ہے۔ تو اصول یہ ہے کہ اگر عربی و فارسی الفاظ میں ''ب'' سے قبل ''ن'' ساکن ہو تو نون غنہ کی آواز ''م'' سے بدل جاتی ہے۔ لیکن اُردو، ہندی الفاظ جن میں ''م'' کی آواز ''ب'' سے پہلے آتی ہے۔ انھیں نون غنہ کی بجائے م سے ہی لکھنا چاہیے۔

بقول رشید حسن خاں قاعدہ یہ ہے کہ ''عربی فارسی کے جن لفظوں میں نون ساکن کے بعد ب ہو، ان میں ان زبانوں کے قاعدے کے موافق نون لکھا جائے گا، مگر پڑھا جائے گا میم جیسے انبار، انبساط، جنبش، وغیرہ۔۔۔ عربی فارسی کے علاوہ اور زبانوں کے الفاظ میں میم لکھا جائے گا۔[۳۳]

مقتدرہ املا کمیٹی کی سفارش میں بعض الفاظ ایسے بھی ہیں جن کا شاید کامل طور پر فیصلہ نہ ہو سکا اور آخر لفظ کے دونوں تلفظ اور املا برقرار رکھے گئے ہیں، مثلاً:

> پتیرا، پنیترا، چوچلہ، چونچلہ، کیچلی، کینچلی، کیچوا، کینچوا، جھوک، جھونک، سپولیا، سنپولیا، سکڑا، سینکڑا، موچھ، مونچھ وغیرہ۔[۳۴]

مذکورہ املا میں: سپولیا، چوچلا، کیچوا (کیچ سے) سکڑا اور جھونک (نوک جھونک)، مونچھ (منہ سے)، پیترا، کیچلی۔ درست املا ہے کیونکہ اہل علم اس طرح بولتے ہیں۔ دراصل ''سانپ'' اور ''سپ'' دونوں لفظ ''Snake'' کے

لیے استعمال ہوتے رہے ہیں۔ پنجابی اور ہریانی میں ''سپ'' سے لکھنؤ میں سانپ ہوگیا۔ اہل لکھنؤ نے ''سانپ'' سے ''سنپولیا'' کہنا شروع کر دیا لیکن پرانی لغات میں ''سپولیا'' ہی ہے۔ لہٰذا اسے برقرار رہنے دیا جائے یوپی کے اہل زبان ''سپولیا'' ہی بولتے ہیں۔ اس طرح ''کیچ'' کی مناسبت سے ''کیچوا'' درست ہے۔ ''منہ'' کی مناسبت سے مونچھ بولا جاتا ہے۔ اسی طرح ''سپیرا'' بھی درست ہے۔ پرندوں کی چونچ کی نسبت سے ''چونچلا'' اختراع کیا گیا۔ لیکن درحقیقت یہ ماں اور بچے کے تعلق سے ہے۔ جو ''لاڈ'' کے معنوں میں آتا ہے۔ اہل زبان ''چوچلا'' ہی بولتے ہیں (یہ خالص اُردو لفظ ہے اس لیے ''ہ'' سے لکھنا درست نہیں۔) ''جھونک'' (ڈالنے، لڑنے، پھینکنے کے معنی میں درست ہے) یعنی ''آگ میں جھونک دو'' ان کی ''نوک جھونک'' لگی رہتی ہے۔ اور ''جھوک''، ''ڈولنے، لہرانے'' کے معنی میں استعمال ہوتی ہے۔ یعنی ''پتنگ جھوک مار گئی'' یہ دونوں الگ الگ لفظ ہیں۔ بعینہٖ اہل زبان 'سکڑہ'۔ اور پیترا' بولتے ہیں۔

اُردو لغات میں اکثر دونوں الفاظ مل جاتے ہیں۔ لیکن جس لفظ سے دیگر روزمرہ یا محاورات بنائے جاتے ہیں وہ درحقیقت درست ہوتا ہے مثلاً: موچھ اور مونچھ دونوں لکھے ہیں، اس کے نیچے ''مونچھ کا بال ہونا، مونچھوں پر تاؤ دینا وغیرہ ''مونچھ'' سے لکھا ہے۔ ڈاکٹر آفتاب احمد نے موچھ غلط املا میں اور درست املا کی فہرست میں ''مونچھ لکھا ہے۔[۳۵] ڈاکٹر شوکت سبزواری نے بھی ''مونچھ'' لکھا ہے۔[۳۶] اور فرہنگ تلفظ میں ''مونچھ'' درج ہے۔[۳۷]

تشدید:

تشدید کے لغوی معنی ہیں، شدت پیدا کرنا، زور دینا، دہرانا، سخت کرنا، قوی کرنا، مضبوط کرنا وغیرہ۔ جب کسی آواز میں شدت پیدا کرنی ہو تو تشدید سے مدد لیتے ہیں۔ ایک جنس کے دو حرفِ صحیح کا ادغام تشدید ہے۔ مثلاً بچّہ، کتّا، امّی، محبّت وغیرہ۔ تشدید کی صوری علامت تین دندانے ہیں۔ جس کی شکل (ّ) ہے۔ یہ علامت عربی رسم خط کی ایجاد ہے۔ تشدید یا مصمتوں کا دوہرا پن عربی زبان کی طرح اُردو کی بھی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔ تشدید کا طریقہ عربی و اُردو میں یکساں ہے۔ جب کسی لفظ میں ایک جنس کے دو حرف آپس میں اِس طرح ملے ہوں کہ پہلا ساکن اور دوسرا متحرک ہو تو تحریر میں اِس کے بجائے ایک ہی حرف لکھا جاتا ہے لیکن تلفظ میں دو بار آواز دیتا ہے۔ ایک بار بطورِ ساکن کے اور دوسری بار بطورِ متحرک کے، یعنی حرفِ واحد کے دو بار آواز دینے کا نام تشدید ہے۔ لسانیات کی زبان میں یوں کہہ سکتے ہیں کہ جب دو مصمتے متواتر آئیں اور ان کے درمیان کوئی مصوتہ نہ ہو تو اِن کو دو بار لکھنے کی بجائے ایک بار لکھتے ہیں۔ ایسی صورت میں اِن دونوں حروف کے اول و آخر مصوتہ کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔ تشدید حروفِ علت (و۔ی) پر بھی ہو سکتی ہے۔ و اور ی جب مشدد ہوتے ہیں تو حرفِ علت کی حیثیت میں نہیں ہوتے بلکہ حروفِ صحیح ہوتے ہیں اور کسی صوت کا رخ متعین کرنے کی بجائے خالص صوت ہوتے ہیں۔ تشدید کی صورت میں پہلا مصمتہ مختصر اور دوسرا طویل آواز دیتا ہے۔ تشدید عربی میں عام ہے، فارسی میں اِس کا سراغ نہیں ملتا۔ عربی کی آوازوں کو مشدّد (شمسی) اور غیر مشدّد (قمری) میں بانٹ دیا گیا ہے۔ عربی

کے کچھ الفاظ ایسے ہیں جو اصل کے اعتبار سے آخر میں مشدّد تھے لیکن اُردو میں اِن کی تشدید گر گئی۔ لیکن جب وہ ترکیب میں استعمال ہوتے ہیں تو تشدید لگائی جاتی ہے۔ جیسے سدِّ باب، ظلِّ سبحانی وغیرہ۔ ترقی اُردو بورڈ کی سفارشات میں تشدید کا ذکر ہے۔ لیکن تشدید کے لیے کوئی قاعدہ کلیہ نہیں بتایا گیا۔ املا کمیٹی مقتدرہ قومی زبان نے اس کی وضاحت نہیں کی۔

ڈاکٹر محمد آفتاب احمد ''تشدید (ّ) کا استعمال'' کے عنوان سے اِس کی یوں تصریح کرتے ہیں:

اُردو الفاظ میں جب ایک جیسے دو حرف ساتھ ساتھ آ جائیں تو عام طور پر ان پر تشدید لگا کر صرف ایک حرف لکھا جاتا ہے، جیسے: بلّی = ب ل ل ی، ابّا = اب ب ا، امّاں = ام م اں، کتّا = ک ت ت ا وغیرہ۔ لیکن امم، کشش، سسک وغیرہ الفاظ پر تشدید لگا کر م، ش یا س کو ایک نہیں کیا جاتا۔ اس کا قاعدہ یہ ہے: 1۔ کہ جب کسی لفظ میں دو ایک جیسے حرف ساتھ ساتھ آ جائیں، ان میں اگر پہلا حرف ساکن ہو اور دوسرا متحرک تو تشدید لگا کر ایک حرف لکھا جاتا ہے، لیکن پڑھنے میں دوبارہ آتا ہے، جیسے: بِ ل لِ ی = بلّی، اَب بَ ا = ابّا، اَم مَ اں = امّاں، ک ت تَ ا = کتّا وغیرہ۔ میں پہلا حرف ''ل، ب، م اور ت'' ساکن ہے اور دوسرا متحرک ہے۔ 2۔ جب کسی لفظ میں دو ایک جیسے حرف ساتھ ساتھ آ جائیں اور اگر ان میں پہلا حرف متحرک ہو اور دوسرا ساکن یا دونوں متحرک ہوں تو دونوں حرف لکھے جائیں گے، جیسے: اُمَ م = امم = دونوں م لکھے جائیں گے۔ کَ شِ ش = کشش = دونوں ش لکھے جائیں گے۔ سِ سَک = سسک = دونوں س لکھے جائیں گے۔ مُ م تَ ح ن = ممتحن = دونوں م لکھے جائیں گے۔ افتتاح اور اختتام میں دونوں 'ت' لکھی جائیں گی کیونکہ دونوں 'ت' متحرک ہیں۔ 3۔ کچھ الفاظ ایسے بھی ہیں جہاں ایک حرف تین بار پڑھا جاتا ہے۔ ایسے لفظ پر تشدید آئے گی اور وہ صرف دوبارہ لکھا جائے گا۔ لیکن ان میں ایک حرف کا متحرک ہونا ضروری ہے، جیسے: اَل لِ ے = اللّے، ت لَ ل لِ ے = تللّے، ت ق رُ رُ ر = تقرّر، م ک رُ رَ ر = مکرّر، م ح قَ قِ ق = محقّق، م خَ ف فِ فَ ات = مخفّفات وغیرہ۔ 4۔ سابقے یا لاحقے کی صورت میں اس قاعدے کا اطلاق نہیں ہوتا، مثلاً، جاننا، ماننا، بننا، سننا وغیرہ میں آخری ''نا'' لاحقہ ہے اور سرراہ، سررشتہ وغیرہ میں ''سر'' سابقہ ہے۔ یہ تمام دو لفظ شمار ہوتے ہیں۔ لہٰذا ان پر تشدید لگا کر دو حرف کو ایک نہیں کیا جاتا۔ دونوں ''ن'' اور دونوں ''ر'' الگ الگ لکھے جائیں گے۔ اسی طرح ترکیب کی صورت میں اگر ایک لفظ کا آخری حرف اور دوسرے لفظ کا پہلا حرف ایک جیسے ہوں تب بھی تشدید نہیں لگائی جاتی کیونکہ یہ بھی دو لفظ شمار ہوتے ہیں۔ مثلاً سنگِ گراں میں دو ''گ'' ایک ساتھ آئے ہیں لیکن الفاظ الگ ہیں۔ لہٰذا یہ بات یاد رکھی جائے کہ تشدید کا عمل اکیلے لفظ سے متعلق ہے۔ ۵۔ عربی کا ''ال'' بھی الگ شمار ہوتا ہے لہٰذا اگر شروع میں دو ''ل'' اکٹھے آ جائیں تب بھی تشدید نہیں لگے گی۔ جیسے ''اللسان''، ''اللیث'' وغیرہ میں دو ''ل'' ساتھ ساتھ ہیں۔ یہاں

تشدید نہیں آئے گی۔ لیکن ترکیب میں آئے گی۔ ۶۔ اُردو الفاظ کا آخری حرف ساکن ہوتا ہے۔'' رد، رب، ظن ،سر، وغیرہ الفاظ میں آخری حرف د، ب، ن، ر، ساکن اور بغیر تشدید کے ہیں لیکن درحقیقت ان پر تشدید ہے جو ترکیب میں ظاہر ہو جاتی ہے جیسے: ردّ بلا، سدِّ باب، ربُّ العزت، ربِّ زدنی، ظنِّ غالب، سرِّ کائنات وغیرہ [۳۸]

واوٗ اور واوٗ معدولہ:

املا کمیٹی مقتدرہ نے درج ذیل الفاظ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ دونوں طرح لکھے جا سکتے ہیں: دگنا، دوگنا، مٹاپا، موٹاپا، نکیلا، نوکیلا۔ [۳۹] جبکہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند نے لُہار، دگنا، دہرا اور ہندُستانی کو درست قرار دیا ہے اور ایسے الفاظ کو بغیر واوٗ کے لکھنے کی سفارش کی ہے۔ [۴۰]

اگرچہ عمومی طور پر دہرا، دہرائی اور دگنا وغیرہ مروج ہے لیکن ان الفاظ کے ماخذ کی طرف رجوع کریں تو معاملہ برعکس ہے۔ چونکہ یہ سب اسم کیفیت ہیں اور لفظ ہندوستان اسم ظرفِ مکان ہے۔ اس لیے ان کی اصل کی طرف رجوع کرنے سے باآسانی وضاحت ہو سکتی ہے۔ مثلاً لفظ، دوگنا، دو سے ماخوذ ہے، د سے نہیں۔ موٹاپا، موٹا سے ماخوذ ہے، مٹا سے نہیں، نوکیلا، نوک سے ماخوذ ہے نک سے نہیں۔ اسی طرح لوہار، دوہرا اور ہندوستان بالترتیب لوہا، دوہر اور ہندو سے ماخوذ ہیں۔

نیز درسی کتابوں میں واوٗ معدولہ کی و کے نیچے لکیر لگانے پر دونوں کمیٹیوں کی سفارشات میں اختلاف ہے۔
ترقی اُردو بورڈ ہند کے مطابق ایسے الفاظ جن میں واوٗ کے بعد الف ہوتا ہے، ان کا صوتی ماحول طے ہے اور ان میں کسی نشان کی ضرورت نہیں [۴۱]

جبکہ مقتدرہ نے دونوں قسم کے الفاظ میں و کے نیچے زیر لگانے کی سفارش کی ہے۔ [۴۲]

عربی اور فارسی کے بعض مستعار و دخیل الفاظ میں واو لکھا تو جاتا ہے لیکن پڑھا نہیں جاتا، اِسے واوٗ معدولہ کہتے ہیں۔ فارسی میں یہ و ہمیشہ خ کی آواز اور ایک مصوتے کی آواز کے بعد لکھی جاتی ہے۔ واوٗ معدولہ کے بعد حرفِ علت نہ ہو تو عموماً حرفِ سابق کو پیش دے کر واوٗ کو تلفظ سے ساقط کر دیا جاتا ہے۔ جیسے خود، خوش۔ واوٗ معدولہ کے بعد الف ہو تو حرفِ سابق کی حرکت زبر سے بدل جاتی ہے۔ جیسے خواب، خواہش وغیرہ۔ ایسی صورت میں نہ تو و خود متحرک ہوگا اور نہ خ کے اعراب کے ساتھ ملا ہوگا۔ لیکن اگر خ کے بعد و یا تو خود متحرک ہو یا خ سے اعراب کے ذریعے ملا ہو تو ایسی صورت میں و پوری آواز دیتا ہے۔ مثلاً خواتین، خوب، خون، خوف وغیرہ۔ واوٗ کے بعد ے ہو تو و آواز نہیں دیتی ۔ جیسے خویش وغیرہ۔

عربی الفاظ میں اگر واؤ متحرک نہ ہو اور اُس کے بعد الف لام کے ساتھ کوئی قمری حرف آئے تو واؤ کی آواز نہیں نکلتی۔ یہ معدولہ کہلاتا ہے۔ مثلاً ابوالحد، ابوالحسن، ابوالکلام وغیرہ۔ معدولہ کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ عربی کے بعض الفاظ میں و کے اوپر ہمزہ ہوتی ہے۔ جو یا تو خود متحرک ہوتی ہے اور یا پھر حرفِ ماقبل سے اعراب کے ذریعے ملی ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں ہمزہ آواز دیتی ہے اور و ساکن رہتا ہے۔ مثلاً مؤرخ، مؤلف، رؤسا وغیرہ۔ بعض مقامی الفاظ میں بھی واؤ خفیف سی آواز دیتا ہے مثلاً ہوا، ہوئی، جوا وغیرہ۔

ہائے مختفی:

اُردو میں مختفی کا وجود نہیں بلکہ ہائے مختفی فارسی کی چیز ہے جو لفظ کے آخر میں ہ کی بجائے الف کی آواز دیتی ہے ۔جیسے کعبہ، قبلہ وغیرہ۔

> بقول مولوی عبدالحق: ’’بعض فارسی حروف کے آخر میں ’’ہ‘‘ لگی ہوتی ہے۔ یہ اصل لفظ کا جز و نہیں ہوتی بلکہ زائد ہوتی ہے اور اس کا تلفظ زبر کا سا ہوتا ہے۔ گویا یہ اعراب کا کام دیتی ہے۔ جیسے ہفتہ، روزہ، ایسی ’’ہ‘‘ کو ہائے مختفی کہتے ہیں۔‘‘[۴۳]

دونوں کمیٹیوں نے یہ سفارش کی ہے کہ عربی فارسی کے علاوہ دیگر زبانوں کے الفاظ جن کے آخر میں الف کی آواز آتی ہے، انھیں ہائے مختفی کی بجائے ’’الف‘‘ ہی سے لکھا جائے۔ تاہم جو مقامی الفاظ ہائے مختفی سے رواج پا چکے ہیں یا انھیں ’’الف‘‘ سے لکھنے سے معنی میں التباس ہوتا ہے، انھیں ’’ہائے مختفی ہی سے لکھا جائے۔

مقتدرہ کمیٹی کی سفارشات میں یہ تصریح کی گئی ہے کہ عربی فارسی کے ایسے الفاظ جنھیں اُردو میں بہ تصرف استعمال کیا جاتا ہے، انھیں دونوں طرح لکھا جا سکتا ہے۔ اس میں طلبہ اور صوفیہ کی مثال دی گئی ہے۔[۴۴] اس ضمن میں عرض یہ ہے کہ صوفیہ بطور نام اس صورت میں مستعمل ہے لیکن صوفی کی جمع کے معنوں ’’صوفیا‘‘ درست ہوگا، اور طلبا طلیب کی جمع ہے جبکہ فی زمانہ لفظ ’’طلیب‘‘ عربی میں متروک ہے۔ اس لیے طالب کی جمع طلبہ درست ہے۔

> انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کے فیصلے کے مطابق ہندی الاصل الفاظ کے آخر میں ’’ہ‘‘ کے بجائے الف استعمال کیا جائے؛ مثلاً پتا، راجا، پہیا، دھبا۔[۴۵]

> یورپی ناموں کے آخر میں ’’ہ‘‘ کے بجائے الف لکھا جائے، یہ ظاہر کرنے کے لیے یہ عربی سے ماخوذ نہیں؛ مثلاً آسٹریا، بلگیریا۔۔۔خالص ہندی الفاظ کے آخر میں الف آئے گا۔ مثلاً پتا۔ ماسوائے اِن اعلام کے جو ہ کے ساتھ مروج ہو چکے ہیں؛ مثلاً بنگالہ، آگرہ، کلکتہ۔[۴۶]

ایک اور اہم نکتہ جس کا املا کمیٹی مقتدرہ نے ذکر نہیں کیا جبکہ ترقی اُردو بورڈ نے کیا ہے وہ یہ کہ ہائے ملفوظ کے لیے کہ

،بہ،اورسہ کے نیچے محض لٹکن لگادی جائے [47] اور موجودہ درسی کتابوں میں بھی ایسا نظر آرہا ہے۔لیکن جواملا تلفظ کے قریب تر ہے،وہ کہہ،بہہ، سہہ بوزن رَہ ہےنہ کہ بوزن چہِ ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری رقم طراز ہیں:

> شبیہہ اور جیہہ میں دو ''ہ'' آتی ہیں پہلی ہائے ملفوظ کی حیثیت میں،دوسری ہائے مختفی کی حیثیت سے،ان لفظوں کواسی طرح لکھنا چاہیے۔۔۔الفاظ کے آخر میں جب ہائے مختفی ماقبل سے متصل ہوکر آئے گی تو صرف ایک مختصر شوشے کے ساتھ لکھی جائے گی جیسے مہ ، بہ ، نہ ، یہ وغیرہ۔لیکن اگر ہائے ملفوظ ہوگی تو دوشوشے آئیں گے جیسے کہہ(کہا)،سہہ(سہاسے)،بہہ(بہاسے) [48]

خواجہ غلام ربانی مجال کے خیال میں:

> ایسے الفاظ جن کی ہائے ملفوظی کواُردو میں ہائے مختفی کی ٹیک دی جاتی تھی کہ درست تلفظ کی جانب رہنمائی ہوجائے، یہ ہائے ملفوظی حرفِ سابق کی اشباعی حالت باعث ملفوظی ہیں۔ یہ طریقہ قریباً ایک صدی سے مروج ہے۔
>
> بَہہ،تَہہ،سَہہ،کَہہ،شَہہ،گَہہ،نِگَہہ،سِیَہہ،گُنَہہ
>
> جولوگ ان الفاظ کوبَہ،تَہ،سَہ،کَہ،شَہ،گَہ،نِگَہ،سِیَہ،گُنہ لکھتے آئے ہیں یاانھوں نے ایسا لکھنا شروع کردیا ہے وہ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ ان الفاظ بارے ابہام کا پیدا ہونا اور بڑھتے جانا املائی بدنظمی کے علاوہ سراغ معانی کومسدود کیے جائے گا۔ [49]

پنڈت دتاتریہ کیفی لکھتے ہیں:

> کاف بیانیہ وغیرہ کہ لکھنا چاہیے۔اسی طرح فارسی سہ اور بہ کو یوں لکھنا چاہیے،مگر سہنا، بہنا، کہنا کے صیغوں کو اِس طرح لکھنا چاہیے۔سَہہ، بَہہ، کَہہ (سَہہ گیا، بَہہ گیا، کَہہ گیا) تاکہ اوپر لکھے ہوئے لفظوں سے التباس نہ ہو۔ [50]

اگرچہ مذکورہ بالا ماہرین زبان کے دلائل اپنی جگہ درست ہیں لیکن اب درسی کتابوں میں بھی تشبیہ،کہ وغیرہ لکھا جارہا ہے ۔مقتدرہ کواس کا حتمی فیصلہ دینا چاہیے۔

ہائے مخلوط:

برصغیر کی اکثر دوسری زبانوں کی طرح ہائیت بھی اُردو کی ایک خاص صفت ہے۔ہائے ہوز کی تین قسمیں ہیں۔ایک وہ جو لفظ کی ابتدا،وسط اور آخر میں ہرجگہ پوری آواز دیتی ہے۔اِسے ہائے ملفوظی کہتے ہیں۔ جیسے ہاتھی، بہار،سیاہ

وغیرہ۔ دوسری قسم ہائے مختفی کہلاتی ہے جو صرف عربی اور فارسی الفاظ کے آخر میں آتی ہے اور اپنی پوری آواز نہیں دیتی۔ مختفی کے معنی ہیں پوشیدہ، غیر واضح۔ اِس کی آواز بھی الف کی خفیف آواز ہوتی ہے۔ جیسے کتبہ، نغمہ، جلسہ وغیرہ۔ تیسری قسم ہائے مخلوط (ھ) ہے۔ جو عربی و فارسی میں ہائے ہوز کی متعدد شکلوں میں سے ایک شکل مانی جاتی ہے۔ لیکن اُردو میں یہ شکل مخصوص حروف کے ساتھ مخلوط آواز دیتی ہے۔ ہائے مخلوط کسی لفظ کے شروع میں نہیں آتی اور نہ کبھی متحرک ہوتی ہے یہ اپنے ماقبل حرف کے ساتھ مل کر اُس کے اعراب کے تحت مخلوط آواز دیتی ہے۔ اُردو میں پندرہ حروف ایسے ہیں جن کے ساتھ ''ہ'' مل کر ایک نئی آواز دیتی ہے اور اِسے مخلوط التلفظ کہتے ہیں۔ صورت میں یہ ''ہ'' ماقبل حرف سے جدا ہوتی ہے مگر آواز میں پہلے حرف سے مخلوط (ملی ہوئی) ہوتی ہے۔ اِسے دوچشمی ''ھ'' سے لکھتے ہیں۔ جیسے بھائی، پھول، پھیلا وغیرہ۔ ہائیہ صوت (بھ، پھ، تھ وغیرہ) ایک تالیفی (Complex) آواز ہے۔ جو ''ہ'' اور ماقبل مصمتے کی تالیف وترکیب سے بنتی ہے۔

> املا کمیٹی مقتدرہ نے ہائیہ حروف کی تعداد نہیں لکھی جبکہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند نے، بھ، پھ، تھ، دھ، ٹھ، ڈھ، جھ، چھ، کھ، گھ اور ڑھ کو اُردو کی بنیادی ہائیہ آوازیں قرار دیا ہے۔ جبکہ اس کے مطابق رھ، لھ، مھ، نھ، وھ، یھ میں بھی ہکاریت کا شائبہ ہے۔ [۵۱]

ان میں وھ اور یھ کا استعمال عام نہیں ہوسکا اور نہ ہی ہمارے قاعدوں میں مروج ہے۔ دونوں کمیٹیوں نے جن الفاظ میں ہ کی آواز دوسرے حروف سے مل کر مرکب آواز دیتی ہو، انھیں ہائے مخلوط سے لکھنے کی سفارش کی ہے مثلاً انھیں، تمھیں، ننھا، کمھار، کولھو وغیرہ۔

ہمزہ:

عربی زبان میں ہمزہ ایک حرف ہے۔ لیکن اُردو میں یہ ایک املائی علامت ہے اور اِس کی اپنی آواز نہیں۔ ہمزہ اُس وقت استعمال ہوتا ہے جب کسی لفظ میں دو مصوتے (VOWELS) ایک ساتھ آتے ہیں اور دوسرے مصوتے پر ہمزہ کی علامت لگائی جاتی ہے۔ مثلاً گئے، جائیے، آئیے، کئی وغیرہ۔ ہمزہ ''ی'' اور ''و'' کے ساتھ وہی کام دیتا ہے جو مَد الف کے ساتھ۔ یعنی جہاں ی اور و کی آوازیں معمول سے بڑھ کر اور کھینچ کر نکالی جائیں وہاں اِسے بطورِ علامت لکھ دیتے ہیں۔ ہمزہ کی دو علامتیں ہیں۔ ایک عین بلا دائرہ یعنی ''ء'' اور الف منحنی یعنی ''ٔ''۔

> املا کمیٹی مقتدرہ قومی زبان کے مطابق ''عربی کے ایسے الفاظ جو الف کے بعد ہمزہ پر ختم ہوتے ہیں، انھیں ہمزہ کے بغیر لکھا جائے مثلاً ابتدا، ادبا، املا، انشا وغیرہ [۵۲] ترقی اردو بورڈ نے بھی یہی تجویز دی ہے۔ [۵۳]

ہمزہ اور اضافت کے زیرِ عنوان مقتدرہ قومی زبان نے یوں صراحت کی ہے

الف ۔ اگر مضاف کے آخر میں ہائے مختفی ہے تو مضاف کے لیے ہمزہ کا استعمال کیا جائے جیسے تشنۂ کربلا، پیمانۂ صبر، جذبۂ دل، جلوۂ مجاز، خانۂ خدا، دیوانۂ دل، نالۂ شب، نذرانۂ عقیدت، نشۂ دولت، نغمۂ فردوس۔

ب ۔ جو لفظ الف یا واوٗ پر ختم ہوتے ہیں، ان کے بعد اضافت کے لیے ہمزہ اور یے (ئے) لکھی جائے ۔ اردوئے معلیٰ ، بوئے گل، دعائے سحری، دنیائے فانی، صدائے دل، گفتگوئے خاص، کوئے یار، نوائے ادب ۔۵۴

ترقی اردو بورڈ ہند نے بعینہ یہی تجاویز دی ہیں البتہ دو شقوں کا اضافہ کر دیا ہے، اول: ی والے الفاظ بھی لکھے ہیں مثلاً شوخیٔ تحریر، زندگیٔ جاوید، دوم: ان کے مطابق باقی تمام حالتوں میں اضافت کسرہ سے ظاہر کی جائے گی ۔ جیسے دلِ دردمند، دامِ موج، پرتوِ خیال، جزوِ بدن وغیرہ ۔۵۵

ایک اختلافی صورتِ حال مقتدرہ قومی زبان کی املا کمیٹی کی سفارشات میں بھی یہ ہے کہ ''ے'' ''ی'' اور ''و'' پر ختم ہونے والے بعض الفاظ کی اضافت ''ء'' کے بغیر لکھنے کی سفارش کی ہے۔ مثلاً ''پیروِیِ میر''، ''سعیِ لاحاصل'' ''نفیِ خودی'' ''وادیِ سندھ'' ''وحیِ آسمان'' وغیرہ۔۵۶

ایسی صورت میں کلیہ یہ بتایا جاتا ہے کہ ''ی'' صرف ایک حرکت قبول کرتی ہے جبکہ یہاں صرف ''ی'' سے کام نہیں چل سکتا۔ کیونکہ ''اے'' کی آواز بھی شامل ہے۔ بقول ڈاکٹر آفتاب احمد:

وجہ یہ ہے کہ ''الف، واوٗ، ی اگر لفظ کے آخر میں آئیں یا درمیان، ہمیشہ ساکن ہوں گے یا صرف ایک حرکت قبول کریں گے۔ اگر اِن پر دو حرکت ہوں گی تو ''ء'' یا تشدید کا سہارا دینا پڑے گا۔ خاص طور پر ''ی یا ے'' دو حرکتوں کو قبول نہیں کر سکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ ماہرین زبان وادب نے ''ی اور ے'' پر ''ہمزہ'' لگایا ہے۔ ''الف ی یا ے'' خصوصاً جب لفظ کے آخر میں ہوں تو ساکن ہونے کے سبب اپنے پہلے حرف سے مل کر آواز دیتی ہے۔ اِس لیے جب اِس کے ساتھ دوسری آواز یا حرکت شامل کی جائے گی تو اِن حروف پر تشدید یا ''ہمزہ'' مع زیر لگانا پڑے گا۔۵۷

انھوں نے ادیب وشعرا کے کلام بھی بہت سی مثالیں دی ہیں۔ مثلاً شوخیٔ رندانہ، مبادیٔ اقبال، ساقیٔ بزم، دیوانگیٔ شوق، محرومیٔ قسمت، وادیٔ ایمن، رعنائیٔ تعمیر، بیدارئ شب وغیرہ۔ وہ مزید لکھتے ہیں:

عربی میں بھی یہی طریق کار ہے۔ یعنی ''ی'' آخر میں یا تو موقوف ہوگی یا اِس پر صرف ایک حرکت ہوگی اور اگر دو حرکتیں ہوں گی تو ''ی'' پر ''ء'' یا تشدید ضرور آئے گی کیونکہ ''ی'' زیر کے ساتھ دو حرکتیں قبول نہیں کر سکتی:

☆ **ان اللہ علی کل شئٍ قدیر**

☆ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العَلیِّ العظیم [58]

ڈاکٹر شوکت سبزواری رقم طراز ہیں:

> زندگی کی ''ی'' میں کسرۂ اضافت کی قائم مقامی کی صلاحیت نہیں، اساتذہ، جاذبہ، داعیہ وغیرہ الفاظ کی ''ہ'' فارسی جامہ، نامہ وغیرہ کلمات کی ''ہ'' کی طرح ہے۔ اضافت میں اِن کے ساتھ ہائے مختفی کا سا سلوک کیا جائے اور ان کی ''ہ'' پر ہمزہ لکھا جائے۔[59]

اِس سے ڈاکٹر آفتاب نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لہٰذا ہم اس طرح لکھیں گے (زندگی + ء + فانی) نہ کہ (زندگی + یِ + فانی) کیونکہ اُردو میں تشدید کی بجائے ''ء'' کو قبولِ عام کا درجہ حاصل ہے۔ اِس لیے ''وحیٔ الٰہی''، گرمیٔ بازار'' ''زندگیٔ فانی'' لکھنا درست ہے اور ''وحیِ الٰہی'' یا ''گرمیِ بازار'' لکھنا درست نہیں۔[60]

مقتدرہ کے مطابق عربی کے ایسے الفاظ جن کے درمیان الف پر ہمزہ لکھا جاتا ہے مثلاً تأثر، تأسف، تأمل، جرأت، وغیرہ اور ایسے الفاظ جن کے درمیان واوٴ مفتوح آتا ہے جیسے مؤثر، مؤخر، مؤذن وغیرہ اسی انداز میں لکھے جائیں[61] جب کہ ترقی اردو بورڈ نے ہمزہ کے ساتھ اور بغیر ہمزہ دونوں طرح جائز قرار دیا ہے۔[62]

ان الفاظ پر مندرجہ بالا اصول کے مطابق ہمزہ آنا چاہیے۔ ترقی اُردو بورڈ ہند کی سفارشات میں سوءِظن اور سوئے ظن، سوءِادب اور سوئے ادب، سوءِہضم اور سوئے ہضم دونوں املا درست قرار دیئے گئے ہیں۔[63]

حالانکہ مندرجہ بالا اصول کے مطابق جب ایک ہی آواز ہلکے سے جھٹکے سے نکلے گی تو ''ء'' اور ''ی'' دونوں آئیں گے۔ اس طرح دوسرا املا فصیح ہوگا۔

مقتدرہ نے کیے، دیے، لیے، جیے، اٹھیے وغیرہ کو ہمزہ کے بغیر صرف ی کے ساتھ اور چائے، آئے، لائے، مٹائے وغیرہ کو ہمزہ سے لکھنے کی سفارش کی ہے۔[64]

ترقی اردو بورڈ نے بھی اس امر سے اتفاق کیا ہے۔ ''لیے'' اور ''گئے'' کے قبیل کے الفاظ میں ''ء'' کے استعمال کی وضاحت کا اصول ترقی اُردو بورڈ نے بیان کیا ہے۔[65] ڈاکٹر گوپی چند نارنگ نے اس اصول کی ایک اور مقام پر زیادہ وضاحت کی ہے:

> جہاں دو مصوتے ساتھ آئیں مثلاً اٹھایئے/ آیئے/ وہاں ہمزہ لکھا جائے گا، اس کے مقابلے پر جہاں دو مصوتے ساتھ نہیں آتے مثلاً کیے/ لیے وہاں ہمزہ نہیں لکھا جائے گا۔ اس بات کو سہولت کی خاطر یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ جہاں حرفِ ماقبل مکسور ہوگا/ کِ یے/ لِ یے/ وہاں ہمزہ نہیں آئے گا۔[66]

مقتدرہ کمیٹی نے اس طرح کے اصول کی بات نہیں کی۔

وصل وفصل (مرکبات میں حروف کو ملا کر یا توڑ کر لکھنا):

اُردو میں ایسے الفاظ ومرکبات بہت سے ہیں جن کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے لکھنا مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ اِسی طرح وہ الفاظ ومرکبات بھی بکثرت ہیں جنھیں ملا کر لکھنا بھی اچھا نہیں لگتا۔ زیادہ بڑے الفاظ جو لکھنے میں گنجلک، پیچیدہ اور بدنما معلوم ہوتے ہیں، اُن کے ٹکڑے کیے جاسکتے ہیں۔ لیکن ہر مرکب کے ٹکڑے کرنا مناسب نہیں۔ حرفوں کو ملا کر لکھنا بھی اُردو کی اہم خاصیت ہے۔ لیکن اِس میں کوئی شک نہیں کہ اِس خاصیت کا انتہائی استعمال وبالِ جان بن جاتا ہے۔ دو مفرد الفاظ کو الگ الگ لکھنا بالکل درست ہے۔ مثلاً آپ کا، تم کو، اِس لیے، اِس طرح، مجھ کو وغیرہ۔ لیکن ایسے مرکبات جو ایک کلمے کا حکم رکھتے ہوں، انھیں خواہ مخواہ منفصل کرنا التباس کا باعث بنتا ہے۔ دوسرا یہ کہ املا کی خوبصورتی اور دیدہ زیبی کا بھی خیال پیشِ نظر رہنا چاہیے کیونکہ اگر الفاظ میں بدنمائی آئے گی تو اُس سے آسانی ختم ہو جائے گی۔

مرکبات کے سلسلے میں دونوں کمیٹیوں کی سفارشات میں تضاد اور انتشار ملتا ہے۔ مقتدرہ نے انفارمل، انسٹیٹیوٹ، پارلیمنٹ، شیکسپیئر، کینڈی جیسے مروج الفاظ کو توڑ کر لکھنے کی سفارش کی۔[۶۷] جبکہ ترقی اُردو بورڈ نے بے کار، بے شک، بے باک، بے دخل، بے خود، بے دل، بے دم، بے ہوش، بے کل جیسے مروج الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کی سفارش کی۔[۶۸] اس کمیٹی نے سابقہ اَن کے ذیل میں انجان کو ان جان لکھا ہے[۶۹]، جبکہ اسے ملا کر لکھنے کا چلن ہے۔ دونوں کمیٹیوں نے ہمزہ کے ذیل میں لفظ انشاء اللہ لکھا ہے اگرچہ انشاء اللہ مروج ہے لیکن قرآنی املا ان شاء اللہ ہے اور یہی درست ہے۔ ڈاکٹر رؤف پاریکھ لکھتے ہیں:

> حقیقت یہ ہے کہ انشاء اللہ رائج ہونے کے باوجود غلط ہے، کیونکہ ان شاء اللہ ایک عربی ترکیب ہے۔ جس میں ''اِن'' کے معنی اگر ہیں اور یہ ''شاء'' (بمعنی چاہنا) سے الگ ایک لفظ ہے، جبکہ ''انشاء'' ایک علاحدہ لفظ ہے اور عموماً تحریر یا شعر وادب یا تصنیف وغیرہ کے معنوں میں آتا ہے۔ اسے ''ان شاء اللہ'' ہی لکھنا چاہیے جس کے معنی ہیں ''اگر اللہ نے چاہا''۔ ''انشاء اللہ'' کا تو مفہوم ہی کچھ اور ہوگا۔[۷۰]

مقتدرہ قومی زبان کی سفارشات میں بیدل اور بیخودی کی مثالیں بھی توجہ اور غور وفکر کی طالب ہیں۔ ان الفاظ کا املا بے دل اور بے خودی مروج ہے۔

دونوں کمیٹیوں نے چونکہ، چنانچہ، جبکہ، حالانکہ، کیونکہ وغیرہ جیسے الفاظ کو جوڑ کر لکھنے کی سفارش کی ہے لیکن درسی کتابوں اور حکومتی اداروں مثلاً مجلس ترقی ادب کی تصانیف میں خلاف ورزی دیکھنے میں آتی ہے۔

مقتدرہ قومی زبان کی سفارشات (مطبوعہ جنوری ۱۹۸۶ء)[۷۱] اور ترقی اُردو بورڈ (ہند)[۷۲] کی سفارشات میں

انگریزی لفظ Station کو الف کے ساتھ لکھا ہے۔ لیکن اگر ماہرین لسانیات کی آرا کو دیکھا جائے تو سکون اول کا مسئلہ متنازعہ فیہ ہے اور اس مسئلے پر ماہرین دو گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ ایسے الفاظ کے آغاز میں الف کی حمایت کرتا ہے اور دوسرے کا موقف یہ ہے کہ اب ہم اس تلفظ پر قادر ہو چکے ہیں اور ہمارے لیے سکون اول کا مسئلہ نہیں رہا۔ اس لیے سٹیشن، سکول، سپیشل جیسے الفاظ میں ناحق الف کا اضافہ نہ کریں۔

امالہ:

امالہ کے لغوی معنی ہیں ''مائل کرنا''۔ علمِ صرف کی اصطلاح میں زبر کو زیر کی طرف مائل کرنے کو امالہ کہتے ہیں۔

املا کمیٹی مقتدرہ قومی زبان کے مطابق:

ا۔ ایسے الفاظ جو ''ہ'' یا ''الف'' پر ختم ہوں یا ایسے الفاظ جن کے آخر میں ''ہ'' ہے لیکن وہ ''الف'' کی آواز دیتے ہوں اور ان کی جمع بڑی (ے) سے بن سکتی ہو، ایسے الفاظ کے بعد حروفِ مغیرہ (کو، سے، میں، پر، نے، کے، کا، کی، تک وغیرہ) کے آنے کی صورت میں ان کا ''الف'' یا ''ہ'' بڑی ''ے'' میں بدل جائیں گے۔ مثلاً: آگرہ: آگرے کا تاج محل، اڈہ: اڈے پر، افسانہ: افسانے کا عنوان، دیوانہ: دیوانے کی بڑ، لڑکا: لڑکے نے، معاملہ: اس معاملے میں، مسئلہ: اس مسئلے کو، مرغا: مرغے کی ٹانگ، مکہ، مدینہ: مکے سے مدینے تک

ب۔ تاہم عربی فارسی کے الفاظ جو الف پر ختم ہوتے ہیں امالہ قبول نہیں کرتے البتہ مقامات اور شہروں کے ساتھ امالہ استعمال ہوگا، جیسے:

ا۔ املا، انشا، دنیا، صحرا

۲۔ مکے، مدینے، کعبے، چارسدے، کوئٹے۔

ج۔ بعض ایسے مرکبات جن کے پہلے لفظ کی جمع بن سکتی ہے، وہ بھی امالے کے ساتھ لکھے جائیں گے، چاہے کوئی حرفِ مغیرہ ان کے بعد آئے یا نہ آئے، جیسے:

پہرے دار، تانگے والا، ذمے دار، رکشے والا، سٹے باز، مزے دار، مقدمے باز

د۔ بعض ایسے الفاظ جو الف نون غنہ (ں) پر ختم ہوتے ہیں اور ان کی جمع ''ی'' نون غنہ (ں) سے بنتی ہے، وہ بھی امالہ قبول کریں گے، جیسے:

دھویں سے، کنویں سے

ہ۔ عربی کے ایسے الفاظ جو ''ع'' یا ''ع ہ'' پر ختم ہوتے ہیں اور ان کی آخری آواز بھی الف کی نکلتی ہے، وہ بھی امالہ

قبول کریں گے، جیسے:

برقعے میں، جمعے کو، (اس) قطعے میں، قلعے کے اندر، مصرعے، مرقعے، مقطعے، موقعے۔[۷۳]

ترقی اُردو بورڈ کے مطابق:

جب ہائے خفی والے الفاظ (پردہ، عرصہ جلوہ، قصہ) محرف ہوتے ہیں تو تلفظ میں آخری آواز ''ے'' ادا ہوتی ہے۔ املا میں بھی تلفظ کی پیروی ضروری ہے۔ چنانچہ بندے (کا)، پردے (پر)، عرصے (سے)، جلوے (کی)، مے خانے (تک)، افسانے (میں)، غصے (میں)، مدرسے (سے)، مرثیے (کے)۔[۷۴]

مقتدرہ قومی زبان کی سفارشات میں لفظ اڈہ لکھا گیا ہے جو مقتدرہ کی اپنی سفارشات (ہائے مختفی) کے مطابق اُردو لفظ ہونے کے ناتے ''اڈا'' ہے۔

اُردو لغت بورڈ نے یوں وضاحت کی ہے:

جو کلمات ''الف'' یا ''ہ'' پر ختم ہوتے ہیں ان کے امالے میں حرف آخر کو بڑی ''ے'' سے بدل دیا گیا ہے، جیسے: گھٹنے پر، پیمانے سے وغیرہ؛ مگر ''ح'' یا ''ع'' پر ختم ہونے والے الفاظ میں ایسی کوئی تبدیلی نہیں کی گئی؛ البتہ تیسرے حرف کو مکسور کر دیا گیا ہے، جیسے، مطلِع میں اور برقِع کو وغیرہ۔[۷۵]

نوراللغات میں امالہ کے تحت سولہ قاعدے درج کیے گئے ہیں۔ اسی طرح دوسرے بہت سے ماہرین نے بھی امالہ پر تفصیلی مضامین لکھے ہیں اور متعدد مثالیں دی ہیں۔ لیکن اکثر قاعدوں میں اِتنے مستثنیات ہیں کہ صحیح معنوں میں کوئی صحیح قاعدہ نہیں رہتا۔ اِس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ امالے میں صوتی پہلو کو مدِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ جہاں الف اور ہائے مختفی پر ختم ہونے والا لفظ محرف صورت میں اپنی اصلی حالت پر بولنے میں بُرا معلوم ہو، وہاں امالہ لازم ہو جاتا ہے۔ مثلاً مقدمہ بازی، ذمہ داری، کرایہ داری کا امالہ کرنا سماعت پر گراں گزرتا ہے۔ اِسی طرح قبلہ اور کعبہ کا امالہ کرنا بھی درست نہیں۔ مقصد یہ کہ ایسے مرکبات جو معیاری زبان میں امالہ قبول نہیں کرتے، انھیں مستثنیات میں شمار کیا جانا چاہیے۔ اگرچہ اِس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔

امالہ پر بہت سے ماہرین زبان مثلاً طالب الہاشمی نے اپنی تصنیف ''اصلاحِ تلفظ واملا''[۷۶]، ڈاکٹر فرمان فتح پوری نے ''اُردو املا و قواعد'' (مسائل ومباحث)[۷۷] اور ڈاکٹر آفتاب احمد نے ''اُردو قواعد و املا کے بنیادی اصول''[۷۸] میں بحث کی ہے۔

اضافی نکات: ترقی اُردو بورڈ ہند

ترقی اُردو بورڈ ہند نے تین اضافی نکات کی بھی وضاحت کی ہے۔ جن کا ذکر مقتدرہ قومی زبان اسلام آباد نے

نہیں کیا۔الف ممدودہ کے زیرِ عنوان یوں تصریح ہے:

الف ممدودہ:

الف ممدودہ کا مسئلہ صرف مرکبات میں پیدا ہوتا ہے۔یعنی دل آرام لکھا جائے یا دلارام۔ایسی صورت میں اصول یہ ہونا چاہیے کہ معیاری تلفظ کو رہنما بنایا جائے اور مرکب جیسے بولا جائے ویسے لکھا جائے:

بغیر مد کے: برفاب،تیزاب،سیلاب،غرقاب،سیماب،خوشامد،دستاویز،گلافتاب،تلخاب،سردابہ،برمابہ،مرغابی۔

مع مد کے: گردآلود،دل آویز،عالم آرا،جہاں آباد،دل آرا،دل آرام،دوآبہ،ابرآلود،خمارآلود،قہرآلود،زہر آلود،زنگ آلود،خون آلود،رنگ آمیز،دردآمیز،جہاں آرا،حسن آرا،خانہ آباد،عشق آباد،عدم آباد۔[۷۹]

اوپر کی فہرست میں ''گلافتاب'' لکھا گیا ہے جبکہ معمول میں ''گل آفتاب'' لکھا جاتا ہے۔

ممدودہ وہ حرف جس پر مد ہو اور کھینچ کر پڑھا جائے۔جیسے آم،آلو،آڑو اور مقصورہ وہ حرف جس پر مد نہ ہو اور کھینچ کر نہ پڑھا جائے۔جیسے اَب،اَمرود۔

ت،ۃ:

ترقی اُردو بورڈ ہند نے ت ۃ کے زیرِ عنوان وضاحت یوں کی ہے:

اُردو کے حروفِ تہجی میں تائے مدوّر نام کی کوئی چیز نہیں لیکن اُردو میں گنتی کے چند عربی الفاظ ۃ سے لکھے جاتے ہیں۔جب تک یہ اسی طرح چلن میں ہیں،ان کو عربی طریقے سے لکھنا مناسب ہے:صلوٰۃ،زکوٰۃ، مشکوٰۃ۔البتہ اِس قبیل کے دیگر عربی الفاظ کے بارے میں ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کی رائے صحیح ہے کہ یہ اُردو میں ت سے لکھے جاتے ہیں اور اسی طرح چلن میں آ چکے ہیں۔چنانچہ ان کو ت ہی سے لکھنا چاہیے۔ حیات،نجات،بابت،منات،مسمات،توریت۔[۸۰]

انسائیکلوپیڈیا آف اسلام کی سفارشات کے مطابق:

اُردو میں عربی کے جو الفاظ جذب ہو چکے ہیں انھیں اُردو عبارت میں مروجہ اُردو شکل ہی میں لکھا جائے۔ البتہ جہاں عربیت کو قائم رکھنا مقصود ہو وہاں اصل عربی شکل برقرار رکھی جائے،مثلاً:

عربی شکل	اردو شکل	عربی شکل	اردو شکل
حیٰوۃ	حیات	نجٰوۃ	نجات
ربٰو	ربا	زکٰوۃ	زکات

استعفیٰ　　　　استعفا[۸۱]

اوپر کی مثالوں میں ''زکات'' کی مثال محلِ نظر ہے۔

ث ، س ، ص:

ترقی اردو بورڈ ہند کے مطابق:

ث،س،ص کے زیرِعنوان قصائی، مسالا، مسل کو رواج اور چلن کے مطابق درست قرار دیا ہے۔

قصائی: اس کا رائج املا ص سے ہے اور یہی صحیح ہے۔ مسالا: دہلی میں مصالح تھا۔ لکھنؤ میں مسالا ہوگیا۔ اسی صورت کو اختیار کرنا چاہیے۔ مسل: روداد مقدمہ کے معنی میں اس کا املا س سے رائج ہے، اسی کو اپنانا چاہیے۔[۸۲]

مقتدرہ نے اس طرح کی کوئی وضاحت نہیں کی۔ انسائیکلوپیڈیا آف اسلام نے مذکورہ بالا نکات کے علاوہ درج ذیل الفاظ کے بارے میں طے کیا کہ:

☆ غلط	صحیح	غلط	صحیح
کی مانند	کے مانند	کی بجائے	کے بجائے
کے روسے	کی روسے۔	کے ابتدا سے	کی ابتدا سے[۸۳]

☆ جن الفاظ کی ابتدا میں حرف ''ب'' بمعنی 'میں' یا 'ساتھ' آتا ہے وہاں اسے لفظ کے ساتھ ملا کر لکھا جائے۔ مثلاً: بحالِ بد، بنفسِ نفیس، بادولت، بشگفت، بایں ہمہ۔[۸۴]

اعداد (گنتی):

مقتدرہ قومی زبان کی سفارشات کے مطابق:

اعداد کو لفظوں میں لکھتے ہوئے درج ذیل طریقے سے لکھا جائے:

i۔ دو: دونوں، دوسرے، تین: تینوں، تیسرے، چار: چاروں، چوتھے، پانچ: پانچواں، پانچویں چھے، چھ: چھیوں، چھٹے، سات: ساتوں، ساتویں، آٹھ: آٹھوں، آٹھویں، نو: نوؤں، نویں دس: دسووں، دسویں

ii۔ گیارہ سے اٹھارہ تک کے الفاظ ہائے ملفوظ سے لکھے جائیں: گیارہ، بارہ، تیرہ، وغیرہ

گیارہ سے اٹھارہ تک اعداد ترتیبی اور عصری میں ''ر'' سادہ آواز کی بجائے حرفِ تنفّسی یعنی رھ میں بدل جاتی ہے، جیسے گیارھواں، بارھواں، تیرھواں، وغیرہ، گیارھوں، بارھوں، تیرھوں وغیرہ۔

iii۔ اکتالیس سے اڑتالیس تک کی گنتی میں لام کے بعد ی کا استعمال ضروری ہے، جیسے: اکتالیس، بیالیس،

تینتالیس، چوالیس، وغیرہ

iv۔ ذیل کے الفاظ نون غنہ کے ساتھ لکھے جائیں:

تینتیس، چونتیس، پینتیس، پینتالیس، سینتالیس۔[۸۵]

ماہنامہ اخبارِ اُردو جنوری ۱۹۸۶ء میں یہ اضافی سفارشات درج ہیں:

۱۔ ۵۱، ۸۱، ۹۱ کو درج ذیل کے مطابق دونوں طرح لکھا جا سکتا ہے۔

اکیاون: اکاون ، اکیاسی: اکاسی ، اکیانوے: اکانوے ،

۲۔ ۱۰۰ کے لفظ کو بھی دونوں طرح لکھا جا سکتا ہے:

سیکڑا: سینکڑا

۳۔ مندرجہ ذیل اعداد اس طرح لکھے جائیں:

۸۵: پچاسی ، ۹۵: پچانوے ، ۹۹: ننانوے

۴۔ ایسی گنتیاں جن کے اعداد ترتیبی بتاتے ہوئے مشکل پیش آتی ہے۔ خصوصاً ۹۷ سے ۹۹ تک انھیں درج ذیل کے مطابق لکھا جائے:

۹۷واں یا ۹۷ویں ، ۸۹واں یا ۸۹ویں ، ۹۹واں یا ۹۹ویں

۵۔ درج بالا گنتیوں کی طرح بڑے اعداد کے ساتھ بھی ''واں'' کا اضافہ درست ہے، جیسے ۷۲۵واں، ۹۱۳واں وغیرہ۔

۶۔ ''دوم'' اور ''سوم'' کو ''دوئم'' اور سوئم'' نہ لکھا جائے۔[۸۶]

املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند کے مطابق:

۱۔ لفظ دونوں یا دونو، نون غنہ کے ساتھ اور اس کے بغیر دونوں طرح لکھا جاتا ہے۔ اس کا صحیح املا نون غنہ کے ساتھ ہے۔ یعنی دونوں، تینوں، چاروں وغیرہ۔

۲۔ لفظ چھ کا املا کئی طرح کیا جاتا ہے، چھ، چھہ، چھے۔ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی نے چھے کی سفارش کی تھی لیکن چھے رائج نہیں ہو سکا۔ چلن میں اس لفظ کا املا چھ ہے، اور اسی کو صحیح مان لینا چاہیے۔

۳۔ گیارہ سے اٹھارہ تک گنتیوں کے آخر میں ہائے خفی ہے۔ اس لیے ان کے آخر میں ہمیشہ ہ لکھنی چاہیے۔ بعض لوگ ان کا تلفظ نون غنہ سے کرتے ہیں (جیسے گیاراں) یہ لہجہ معیاری نہیں۔ صحیح املا گیارہ،

بارہ، تیرہ...... ہے۔

۴۔ جب یہ گنتیاں اعدادِ وصفی میں تبدیل ہوتی ہیں تو ہائے خفی، ہائے مخلوط میں بدل جاتی ہے، یعنی:

گیارھواں، بارھواں، تیرھواں

۵۔ اسی طرح اعدادِ تاکیدی بھی ہائے مخلوط سے لکھنے چاہئیں:

گیارھوں، بارھوں، تیرھوں

۶۔ انتیس اور اکتیس ی سے صحیح ہیں۔

۷۔ اکتالیس سے اڑتالیس کی گنتیوں میں لام کے بعد کی ی ضرور لکھنی چاہیے:

اکتالیس، بیالیس، پینتالیس

۸۔ ذیل کے اعداد کبھی نون غنہ کے ساتھ اور کبھی اس کے بغیر بولے جاتے ہیں۔ ان کو نون غنہ کے ساتھ لکھنا صحیح ہے:

تینتیس، چونتیس، پینتیس، سینتیس، پینتالیس، سینتالیس، پینسٹھ

۹۔ اسی طرح ۵۱، ۸۱، ۹۱ کو کبھی بھی اضافہ ی اور کبھی اس کے بغیر لکھتے ہیں۔ انھیں ی سے لکھنا ہی صحیح ہے:

اکیاون، اکیاسی، اکیانوے

۱۰۔ لفظ سیکڑا نون غنہ کے ساتھ بھی مروج ہے، لیکن اسے بیشتر نون غنہ کے بغیر لکھتے ہیں، اور یہی مرجح ہے۔

۱۱۔ ۸۵، ۹۵، ۹۹ میں بعض لوگ الف سے پہلے ی بولتے ہیں، لیکن ان گنتیوں کا ترجیحی املا پچاسی، پچانوے اور ننانوے ہے۔

۱۲۔ اعدادِ وصفی بناتے ہوئے اگر عدد مصمتے پر ختم ہو رہا ہے تو اسے ملفوظی طور پر لکھنے میں کوئی دقت نہیں، مثلاً چوبیسواں، اڑتیسواں، باسٹھواں، اٹھترواں، لیکن جو عدد مصوتے پر ختم ہوتے ہیں، بالخصوص ۹۷ سے ۹۹ تک کی گنتیاں، ان کے اعدادِ وصفی بنانے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ہندسہ لکھ کر واں یا ویں بڑھا دیا جائے۔ گویا ۹۷واں یا ۹۷ویں، ۹۸واں یا ۹۸ویں۔

۱۳۔ سو سے آگے (یا سو کے دیگر تمام یونٹوں) کی وصفی گنتیوں کو بھی ہندسہ لکھ کر واں یا ویں کے اضافے سے لکھنا مناسب ہے۔

۱۴۔ ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں، اربوں تو ملفوظی طور ہی پر لکھنا مناسب ہیں، لیکن بڑے اعداد مثلاً ۵۱۶، ۲۷، اکو وصفی صورت ہندسے کے بعدواں یا ویں کے اضافے سے لکھنا ہی مناسب ہوگا۔[۸۷]

املا کمیٹی مقتدرہ نے چھے، چھ دونوں لکھ دیئے ہیں۔ حالانکہ چھے مروج نہیں ہے اور انجمن ترقی اُردو ہند کی سفارشات کے باوجود رائج نہیں ہوسکا۔ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند نے چھ کو درست مانا۔ ڈاکٹر محمد آفتاب احمد نے چھ کے درست ہونے کی تصریح متعدد دلائل سے کی ہے۔[۸۸]

دونوں کمیٹیوں نے ۴۹، ۵۷، ۶۷، ۸۷ کی وضاحت نہیں۔ البتہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ (ہند) نے اعداد وصفی کے بیان میں اٹھتر واں درج کیا ہے۔ ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے انچاس، پچھتر، چھتر لکھا ہے جبکہ عموماً تحریروں میں انچاس، پچھہتر، چھہتر مروج ہے۔ جبکہ آگے اسی گنتی میں ڈاکٹر صاحب نے خود ہی اٹھہتر درج کردیا ہے۔ ان اردو ہندسوں میں ابھی تک التباس ہے۔[۸۹]

اسی طرح املا کمیٹی مقتدرہ کے مطابق اکیاون، اکاون، اکیاسی، اکاسی اور اکیانوے، اکانوے، دونوں طرح لکھا جاسکتا ہے۔ جبکہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ (ہند) کے مطابق بہ اضافہ ی اکیاون، اکیاسی اور اکیانوے لکھا جائے۔

ڈاکٹر ابواللیث صدیقی نے اکیاون، اکیاسی اور اکیانوے لکھا ہے۔[۹۰]

جبکہ ڈاکٹر محمد آفتاب احمد یوں رقم طراز ہیں: ''91,81,51 کو بعض اصحاب فارسی کے زیر اثر اکیاون، اکیاسی اور اکیانوے بولتے ہیں۔ جبکہ جملہ مستند لغات میں اکاون، اکاسی اور اکانوے تحریر ہے اور اہل زبان بھی اسی طرح بولتے اور لکھتے ہیں۔[۹۱] املا کمیٹی مقتدرہ نے سیکڑا، سینکڑا دونوں طرح لکھ دیا ہے جبکہ املا کمیٹی ترقی اُردو بورڈ ہند نے سفارش کی ہے کہ اسے ''سیکڑا'' لکھا جائے۔ بیشتر ماہرین کا اسی پر اتفاق ہے۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اردو گنتی میں ابھی تک بہت سے التباسات ہیں اور گنتی میں یہ عدم یکسانیت انتشار کا باعث ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابولبابہ شاہ منصور، مفتی، تحریر کیسے لکھیں، الفلاح، کراچی، ۲۰۰۷، ص ۲۳۴

۲۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر بحوالہ اردو املا و رموز اوقاف مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸ء، ص ۲

۳۔ ۲۔غلام مصطفیٰ خان، ڈاکٹر، جامع القواعد، حصہ نحو، اُردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۳ء، ص ۱۷۸

۴۔ غلام رسول، اُردو املا، سلسلہ مطبوعات ادارۂ ادبیات اُردو شمارہ ۲۶۸ نیشنل فائن پرنٹنگ پریس، چارکمان حیدر آباد، ۱۹۶۰ء، ص ۱۷

۵۔ رشید حسن خاں، اُردو املا، مجلس ترقی ادب، لاہور، ۲۰۰۷ء، ص ۲۲

۶۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر، اُردو املا (مضمون) مشمولہ اُردو میں لسانیاتی تحقیق، مرتبہ ڈاکٹر عبدالستار دلوی، ص ۵۳

۷۔ وارث سرہندی، قواعد واملا کی بحث، مشمولہ اُردو املا وقواعد، (مسائل ومباحث)، مرتبہ ڈاکٹر فرمان فتح پوری، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص ۱۹۰

۸۔ مظہر علی سید، حرف وصوف کا رشتہ (مضمون)، مشمولہ، املا و رموز اوقاف کے مسائل، مرتبہ اعجاز راہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۱۰۴

۹۔ عبدالستار صدیقی، ڈاکٹر، مقدمہ کلیاتِ ولی بحوالہ اُردو املا، از رشید حسن خاں، ص ۵۲۴

۱۰۔ ابو محمد سحر، ڈاکٹر، اُردو املا اور اس کی اصلاح، مکتبہ ادب، ۳۹ مالویہ نگر بھوپال، ۱۹۸۲ء، ص ۱۰

۱۱۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، مارچ ۱۹۹۹ء، ص ۳۔۱۰

۱۲۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند)، سرحد اردو اکیڈمی (قلندر آباد) ایبٹ آباد، ۱۹۹۲ء، ص ۴۹۔۱۰۴

۱۳۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص ۴

۱۴۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند)، ص ۵۲

۱۵۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص ۳

۱۶۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۵۰

۱۷۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص۴

۱۸۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات، مشمولہ اُردو املا و رموز اوقاف مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۸۶ء ص ۲۸۵

۱۹۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۵۹

۲۰۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص۵

۲۱۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۵۸

۲۲۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو، ص۵

۲۳۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا و قواعد (مسائل و مباحث)، ص۳۶۰۔۳۵۹

۲۴۔ سید عبداللہ، ڈاکٹر، اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے فیصلے، مشمولہ اُردو املا و رموز اوقاف مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی، ص۳۸۲

۲۵۔ محمد آفتاب احمد، ڈاکٹر، اُردو قواعد و املا کے بنیادی اصول، نقش گر پبلی کیشنز، راولپنڈی، ۲۰۰۶ء، ص۲۴

۲۶۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۵۷

۲۷۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو، ص۵

۲۸۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)، املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۶۰

۲۹۔ رشید حسن خاں، اُردو املا، ص۱۵۴۔۱۵۸

۳۰۔ سید بدر الحسن، صحت الفاظ، دار النور، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص۱۸۵۔۱۸۶

۳۱۔ شان الحق حقی، لسانی مسائل و لطائف، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۶ء، ص۱۷۳

۳۲۔ گوپی چند نارنگ (مرتب) املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۶۳

۳۳۔ رشید حسن خان، اُردو املا، ص۱۸۱

۳۴۔ اعجاز راہی (مرتب)، سفارشات: املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص۶

۳۵۔ محمد آفتاب احمد ،ڈاکٹر ،اردوقواعد واملا کے بنیادی اصول (خصوصی مطالعہ)نقش گر پبلی کیشنز ،راولپنڈی ، ۲۰۰۶ء،ص۱۴۷

۳۶۔ شوکت سبزواری،ڈاکٹر،اُردوقواعد،مکتبہ اسلوب،کراچی،سن ندارد،ص ۵۸

۳۷۔ شان الحق حقی،فرہنگ تلفظ،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،۲۰۰۲ء،ص۹۱۲

۳۸۔ محمد آفتاب احمد،ڈاکٹر،اُردوقواعد واملا کے بنیادی اصول(خصوصی مطالعہ)،ص۳۱۔۲۳

۳۹۔ اعجاز راہی (مرتب)،سفارشات:املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،ص۶

۴۰۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص۶۷۔۶۹

۴۱۔ ایضا،ص۶۹

۴۲۔ اعجاز راہی (مرتب)،سفارشات:املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،ص۶

۴۳ عبدالحق،مولوی ڈاکٹر،اعراب(حرکات وسکنات)مشمولہ اُردو املا و رموزِ اوقاف،مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی،ص۱۸۶

۴۴۔ اعجاز راہی (مرتب)،سفارشات:املا و رموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،ص۴

۴۵ سید عبداللہ،ڈاکٹر، اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات ،مشمولہ اُردو املا و رموزِ اوقاف، مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی،ص۲۸۷

۴۶۔ ایضا،ص۲۸۸۔۲۸۹

۴۷۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)،املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص۵۷

۴۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر، اُردو املا و قواعد (مسائل ومباحث ،مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۰ء، ص۳۷۴۔۳۷۵

۴۹۔ خواجہ غلام ربانی مجال،اُردو میں عربی/ فارسی/ ہائے ہوز اور ہائے مختفی کا املائی مطالعہ، ماہنامہ اخبارِ اُردو مقتدرہ قومی زبان،اسلام،دسمبر ۲۰۰۷ء،ص۵۱

۵۰۔ برجموہن دتاتریہ کیفی، کیفیہ،مکتبہ معین الادب،لاہور،۱۹۵۰ء،ص ۳۵۸

۵۱۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص۷۶

۵۲۔ اعجاز راہی،مرتب سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،ص ۶

۵۳۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص ۸۱

۵۴۔ اعجاز راہی،مرتب سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص ۸

۵۵۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)،املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص ۸۷۔۸۸

۵۶۔ اعجاز راہی(مرتب)،سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،ص ۸

۵۷۔ محمد آفتاب احمد،ڈاکٹر،اُردو قواعد واملا کے بنیادی اصول،ص ۵۰

۵۸۔ ایضاً،ص ۵۲

۵۹۔ شوکت سبزواری،ڈاکٹر،اُردو لسانیات،مکتبہ تخلیقِ ادب،کراچی،۱۹۶۶ء،ص ۹۶

۶۰۔ محمد آفتاب احمد،ڈاکٹر،اُردو قواعد واملا کے بنیادی اصول،ص ۵۳

۶۱۔ اعجاز راہی(مرتب)،سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص ۶

۶۲۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)،املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص ۸۲

۶۳۔ ایضاً،ص ۸۸

۶۴۔ اعجاز راہی(مرتب)،سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،ص ۷

۶۵۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)،املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص ۸۳۔۸۴

۶۶۔ گوپی چند نارنگ،ڈاکٹر،اُردو زبان اور لسانیات،سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۰۷ء،ص ۱۵۵

۶۷۔ اعجاز راہی(مرتب)،سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص ۹

۶۸۔ گوپی چند نارنگ(مرتب)،املا نامہ(سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص ۹۴

۶۹۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات،مشمولہ اُردو املا ورموز اوقاف مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی،ص ۲۸۶

۷۰۔ رؤف پاریکھ،ڈاکٹر،مقتدرہ کی املا کمیٹی کی سفارشات،مطبوعہ ماہنامہ اخبار اُردو،مقتدرہ قومی زبان،اسلام آباد،مارچ ۲۰۰۰ء،ص ۱۲

۷۱۔ محمد صدیق شبلی ،ڈاکٹر (مرتب)،کمیٹی برائے سفارشات املا ورموزِاوقاف کی روداد ،مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،جنوری۱۹۸۶ء،ص۲۰

۷۲۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)،املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص۹۷

۷۳۔اعجاز راہی (مرتب)،سفارشات:املا ورموزاوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص۹

۷۴۔گوپی چند نارنگ (مرتب)،املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص۷۴

۷۵۔ نسیم امروہی، طریق اندراج و املا، مشمولہ اُردو لغت تاریخی اصول پر (جلد اول) اُردو لغت بورڈ ،کراچی ، ۱۹۷۷ء،ص ذ

۷۶۔ طالب الہاشمی ،اصلاحِ تلفظ واملا ،القمر انٹر پرائزز اُردو بازار، لاہور،۲۰۰۴ء،ص ۷۷۔۷۹

۷۷۔فرمان فتح پوری، ڈاکٹر ،اُردو املا وقواعد (مسائل ومباحث)،ص ۳۴۵۔۳۴۹

۷۸۔ محمد آفتاب احمد،ڈاکٹر ،اُردو قواعد واملا کے بنیادی اصول،ص ۶۸۔۶۹

۷۹۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)،املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص ۵۵

۸۰۔ ایضاً،ص۵۸

۸۱۔ سید عبداللہ،ڈاکٹر،اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات ،مشمولہ اُردو املا ورموز اوقاف مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی،ص ۲۸۷

۸۲۔ گوپی چند نارنگ (مرتب)،املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی،ترقی اردو بورڈ ہند)،ص۶۲

۸۳۔سید عبداللہ، ڈاکٹر،اُردو انسائیکلو پیڈیا آف اسلام میں املا کے معمولات، مشمولہ اُردو املا ورموز اوقاف مرتبہ ڈاکٹر گوہر نوشاہی،ص۲۸۳

۸۴۔ ایضاً،ص۲۸۶

۸۵۔ اعجاز راہی (مرتب)،سفارشات:املا ورموز اوقاف مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو ص۱۰

۸۶۔ محمد صدیق شبلی ،ڈاکٹر (مرتب)،کمیٹی برائے سفارشات املا ورموزِاوقاف کی روداد ،مطبوعہ ماہنامہ اخبار اردو،جنوری۱۹۸۶ء،ص۲۲

۸۷۔گوپی چند نارنگ (مرتب) املا نامہ (سفارشات املا کمیٹی، ترقی اردو بورڈ ہند) ص۸۹۔۹۰

۸۸۔ محمد آفتاب احمد، ڈاکٹر، اُردو قواعد واملا کے بنیادی اصول ص۸۲۔۸۱

۸۹۔ ابواللیث صدیقی، ڈاکٹر، جامع القواعد (حصہ صرف) ص۳۲۶

۹۰۔ ایضا ص۳۲۶

۹۱۔ محمد آفتاب احمد، ڈاکٹر، اُردو قواعد واملا کے بنیادی اصول ص۸۲